حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ الجماعۃ

مئی- جون ۲۰۲۳ء

قدرت الہی کا عظیم نشان

(قدرت الہی کا اس سے بڑا نشان کیا ہو گا کہ چند پتھروں سے چنی ہوئی چار دیواری (حرم کعبہ) کے گرد دعائے ابراہیمی نے ایک ایسا آہنی حصار کھینچ دیا کہ پانچ ہزار برس کے اندر انقلاب ارضیہ وسماویہ نے سمندروں کو جنگل اور انسانی آبادیوں کو سمندروں میں بدل دیا لیکن آج تک اس چار دیواری کی بنیادوں کو کوئی حادثہ اور کوئی مادی قوت صدمہ نہ پہنچا سکی یہاں تک کہ تاریخ عالم میں وہی ایک سرزمین ہے جس کی نسبت تاریخ دعوی کر سکتی ہے کہ اس کی مقدس اور محترم خاک آج تک غیر قوموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے محفوظ و مصئون ہے۔)

از: امام الھند مولانا ابو الکلام آزاد علیہ الرحمہ

(باقیات ترجمان القرآن / غلام رسول مہر: ص ۲۳)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يد الله على الجماعة

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعة

خصوصی شمارہ

ذوالقعدۃ-ذوالحجۃ ۱۴۴۴ھ ● مئی-جون ۲۰۲۳ء

سرپرست
عبدالسلام سلفی
سعید احمد بستوی

مدیر عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

نائب مدیر عبدالجلیل انصاری

مجلس ادارت

- عنایت اللہ مدنی
- عبدالواحد انور یوسفی
- عبیداللہ سلفی
- عبدالمعید مدنی (مہسلہ)
- عبدالجبار سلفی
- ڈاکٹر عبدالمبین خان

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
☎ 9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن	قربانی کا مقصد و پیغام	شیخ محمد ایوب اثری	3
حلقۂ حدیث	عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت اور اس کے اعمال	شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی	5
اداریہ	سوئے حرم	مدیر	8
احساسات وتوجیہات	مکتب کی تعلیم اور ہمارا معاشرہ	شیخ رشید سمیع سلفی	10
احکام ومسائل	حج کے مختصر احکام ومسائل	شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی	13
تنبیہات وارشادات	حج وعمرہ میں سرزد ہونے والی چند غلطیاں	شیخ نثار احمد مدنی	17
ردّ شبہات	قبر رسول ﷺ کے متعلق شبہات کا ازالہ	شیخ مختار احمد مدنی	22
دفاعِ حرمین	حرمتِ حرمین شریفین اور ہماری ذمہ داریاں	شیخ پرویز عالم عطاء اللہ مدنی	27
فضائل ومسائل	قربانی کے احکام ومسائل	شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی	31
احکام وآداب	جانور کو ذبح کرنے کے شرائط	شیخ سرفراز فیضی	35
تحقیقات وتنقیحات	قربانی کے چار دن کتاب وسنت کی روشنی میں	شیخ مقبول احمد سلفی	38
فقہ وفتاویٰ	خانہ کعبہ میں الحاد ظلم عظیم اور باعث عذاب شدید ہے	شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی	44
	جمعیت کی کارکردگی کے کچھ نمایاں پہلو	شیخ نصیر رحمانی	46

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

قربانی کا مقصد و پیغام

شیخ محمد ایوب اثری (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

﴿لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ [الحج:۳۷]

’’اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہونچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیز گاری پہونچتی ہے‘‘۔

قربانی کئی چیزوں کی ہوتی ہے مثلاً جان کی قربانی، مال کی قربانی، اور وقت کی قربانی اور اس کے علاوہ بہت سی قربانیاں ہیں جو اللہ کو بندوں کی طرف سے بحسبِ ضرورت مطلوب ہیں (اور یہ بھی یاد رکھیں کہ قومیں بغیر قربانی کے زندہ بھی نہیں رہ سکتی ہیں)۔

لیکن آیت کریمہ کی روشنی میں مہینے اور وقت کی مناسبت سے جس قربانی کا ذکر کرنا مقصود ہے وہ ہے مال کی قربانی (بشکل جانور) کیونکہ حدیث میں اس کے لئے لفظ تضحیۃ ہے یعنی ’’اہراق الدم‘‘ خون بہانا مقصود ہے نا کہ حسبِ استطاعت وحیثیت قربانی نہ کر کے اس کی قیمت صدقہ کر دینا اس سے قربانی کا مقصود جو شریعت کو مطلوب ہے قطعاً حاصل نہ ہوگا۔ آیت میں اللہ نے گوشت خون اور تقویٰ کا ذکر کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ اول الذکر دو چیزیں (گوشت اور خون) ان میں سے کوئی بھی چیز اللہ کو نہیں پہونچتی (اور نہ اللہ کو اس کی کوئی حاجت ہے) ہاں اس معاملہ میں بندوں کی طرف سے جو چیز اللہ کو پہونچتی ہے وہ تقویٰ و پرہیز گاری ہے اور ہم یہ بات اور عقیدہ اچھی طرح سے ذہن نشین و راسخ کر لیں کہ بغیر تقویٰ کے ہمارا کوئی بھی عمل اللہ کے یہاں مقبول نہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ ٱللَّهُ مِنَ ٱلْمُتَّقِينَ﴾ [مائدہ:۲۷] اس آیت کریمہ کے پس منظر میں جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک درس ملتا ہے کہ ایک معاملہ کے تصفیہ کے سلسلے میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں یعنی (ہابیل اور قابیل) نے اللہ کے لئے اپنی اپنی قربانیاں پیش کیں اور یہ دنیا کی پہلی قربانی تھی جو پیش کی گئی ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نامقبول، ہابیل کی قربانی جو اچھے مال کی شکل میں اخلاص وللّٰہیت پر مشتمل تھی قبول ہوئی اور قابیل کی قربانی جو ردی خوشوں کی شکل میں تھی عدم خلوص وللّٰہیت کی وجہ سے مقبول نہ ہوئی (گویا عمل کے قبول ورد کا معیار اللہ کے نزدیک تقویٰ، پرہیز گاری اور اخلاص وللّٰہیت ٹھہری) اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ بھی فرماتے ہیں:

’’إن الله لا ينظر الى اجسامكم ولا الى صوركم ولكن ينظر الى قلوبكم و اعمالكم‘‘ (مسلم) ’’یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تمہارے جسموں اور شکلوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے‘‘۔

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ ہماری شکل وصورت یا ہمارے جسامت وقدامت کو نہیں دیکھتا

بلکہ ہمارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے کہ عمل کیسا ہے اور کس بنیاد پر یہ اعمال کئے جا رہے ہیں ان میں کیا کیا عوامل کارفرما ہیں۔

آج کل لوگ بڑے بڑے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں، اگر اس میں ریاء ونمود کا شائبہ نہ ہو تو بہتر ہے لیکن اگر نام ونمود اور شہرت طلبی مقصود ہو تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ عیدالاضحیٰ کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ ہم محض چند جانوروں کی قربانیاں کر دیں اور زرق برق لباس پہن کر عیدگاہ میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لیں اور سمجھ لیں کہ بس عید قرباں منالی۔ اس عظیم الشان تاریخی دن کا مقصود یہ ہے کہ اپنے اندر تقویٰ، اخلاص اور ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کریں، یہ دن ہر سال میں ایک بار صرف اسی لئے آتا ہے کہ ہمارے اسلامی جذبات سال بہ سال تازہ ہوتے رہیں اور قربانی کی تازہ روح ملتی رہے جو قوموں کی زندگی کا سرمایہ ہے، عیدالاضحیٰ کے دن تمام بلاد اسلامیہ میں اللہ کے نام پر قربانیاں دی جاتی ہیں اور اسی دن ہر مسلمان سیدنا ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں، مگر صرف خون بہانا اور گوشت خوریاں ہی اس جشن کے منانے کا حقیقی مقصد نہیں۔

کیونکہ دنیا میں شہرت اور ریاء ونمود کے لئے بہت سی یادگاریں منائی گئیں مگر اخلاص وایثار کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ مٹا دی گئیں، ان کا نام ونشان باقی نہ رہا اور جس یادگار کی بنیاد اخلاص وایثار کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے وہ ہمیشہ قائم رہتی ہے قربانی بھی انھیں میں سے ایک ہے جو چھ ہزار برس سے جاری ہے اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔ کیونکہ اس کی بنیاد خلوص وتقویٰ ہے۔

اسی طرح سے عیدالاضحیٰ کا حقیقی پیغام تو یہ ہے کہ ہم اس عید کی تاریخ کو یاد رکھیں اس لئے کہ عیدالاضحیٰ درحقیقت ابراہیم علیہ السلام کی مثالی زندگی کو یاد رکھنے ہی کا نام ہے، اس کا حقیقی پیغام تو یہ ہے کہ مؤمن کی زندگی میں ہر قسم کی قربانی مطلوب ہے اور ہر قربانی میں اخلاص مطلوب ہے جو قربانی اخلاص کے بغیر ہوگی اس کی قبولیت عند اللہ ناممکن ہوگی کسی بھی آدمی کا ذکر خیر اس کے حسن عمل، اخلاص وللّٰہیت اور اس کی قربانیوں ہی کی بنیاد پر تابندہ رہتا ہے، قربانی ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ابراہیم سا ایمان اور اسماعیل کی سی حکم باریٰ تعالیٰ کی اطاعت وتابعداری اور جذبہ فدائیت اور ہاجرہ سا توکل علی اللہ کا جذبہ ہمارے اندر پیدا ہو۔

مسلمانوں کی موجودہ صورتِ حال اور تصویر بہت ہی افسوس ناک ہے قربانی کے تعلق سے وہ عملی تضاد کا شکار ہے وہ صلوٰات یعنی فرائض خمسہ کا تارک ہے یا غافل ہے مگر قربانی پر خوب عمل پیرا ہے اور زکوٰۃ فریضہ کا عملی منکر یا اس میں کوتاہ ہے اور قربانی میں وہ ایک سے زائد جانور ذبح کرتا ہے، قربانی کا مطلب ہے کہ عیدالاضحیٰ کے مقدس موقع پر جہاں اللہ کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرتا ہے وہیں اس بات کا اعلان وجذبہ بھی ہو کر آج جس طرح ہم اللہ کی بارگاہ میں جانور کی قربانی دے رہے ہیں اس ہم اپنے دلوں میں تقویٰ وللّٰہیت پیدا کر کے اپنی خواہشات نفس اور دنیاوی جذبات کو اللہ کے لئے قربان کر دیں گے، اب اگر کسی کا دل ان سب باتوں سے خالی رہا تو اگرچہ وہ دسیوں جانور کی قربانی کرتا رہے مگر اس کی قربانی حقیقی قربانی نہیں رہی اور وہ حقیقی فوائد وثمرات سے محروم رہے گا۔ لہٰذا کسی بھی قسم کی قربانی دیتے وقت ہماری یہی نیت ہونی چاہیے۔

نہ ہے کچھ لحم کی حاجت نہ ہے مرغوب خونریزی
پسند اللہ کو ہے صرف تقویٰ کی دل آویزی

* * *

حلقۂ حدیث

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت اور اس کے اعمال

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : "مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ". يَعْنِي أَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ؟ قَالَ : " وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ" (صحیح بخاری ح:٩٦٩، سنن أبی داود ح ٢٤٣٨، سنن ترمذی ح ٧٥٧، الفاظ ابوداؤد کے ہیں)

ترجمہ: عشرہ ذی الحجہ میں اعمالِ صالحہ اللہ تعالیٰ کو جس قدر پسند ہیں اس طرح دوسرے ایام میں پسند نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا دوسرے ایام میں جہاد فی سبیل اللہ بھی اتنا محبوب نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی اتنا محبوب نہیں، الا یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور اپنا مال لے کر جہاد کے نکلے اور سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دے اور کچھ بھی واپس نہ لائے۔

راوی حدیث: اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، ان کا نام عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما تھا۔ یہ وہی صحابی ہیں جنھیں اس امت کے پیشوا، بحر العلم اور ترجمان القرآن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بہت ذہین تھے۔ اپنی امامت علمی کی وجہ سے تعارف سے مستغنی ہیں، ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے، آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم و حکمت اور فقہ و تاویل میں برکت کی دعا دی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تھا **"اللھم فقھه فی الدین وعلمه التأویل"** (مسند احمد ١٥٩، ١٥٨/٥)

ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے اور ٦٨/ہجری میں طائف کے مقام پر وفات پائی۔

محمد بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے کہا تھا **"الیوم مات ربّانی هذه الأمة"** (تذکرۃ الحفاظ ج:١، ط:١، ص:٤٠-٤١ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ج:٤ ص:٩٠ تا ٩٤ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

تشریح: مطلق طور پر ماہ ذی الحجہ کی بڑی اہمیت و فضیلت ہے، لیکن اس کے ابتدائی دس دن جسے عشرہ ذی الحجہ کہا جاتا ہے اور بھی زیادہ اہمیت و فضیلت کے حامل ہیں۔ یہ ایام تمام دنوں میں سب سے افضل ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کی فضیلت اور کیا ہوگی کہ اللہ نے قرآن مجید میں اس کے راتوں کی قسم کھائی ہے اور ان کی حرمت و عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَٱلۡفَجۡرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشۡرٖ ۝٢ وَٱلشَّفۡعِ وَٱلۡوَتۡرِ﴾ [الفجر: ١-٣] قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تفسیر میں لکھا ہے کہ فجر سے مراد خاص یوم نحر و قربانی ہے، اور دس راتوں سے ذوالحجہ کی

پہلی دس راتیں مراد ہیں۔ اور اپنی اس تفسیر کی تائید میں صحیح بخاری کی اوپر مذکور روایت کو پیش کیا ہے (صحیح بخاری ح ۹۶۹، تفسیر ابن کثیر مختصر جلد: ۴ ص: ۵۱۲)

سورہ فجر کی ان ابتدائی آیات کی تفسیر مسند احمد میں یوں مذکور ہے: **"ان العشر عشر الضحیٰ والوتر یوم عرفة والشفع یوم النحر لکونه العاشر"** عشر سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کی راتیں ہیں اور طاق سے مراد یوم عرفہ ہے۔ اور جفت سے مراد نحر وقربانی کا دن ہے کیونکہ وہ دسواں دن ہوتا ہے۔ (مسند احمد ج: ۳ ص: ۳۲۷)

ان ایام میں کئے گئے تمام اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ کے اعمال:

1: بکثرت تکبیر، تحمید اور تہلیل بیان کرنا:

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث میں مذکور "اعمالِ صالحہ" میں تکبیر، تحمید اور تہلیل بھی شامل ہیں، اس لئے ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد اس کے ابتدائی دس دن اور ایام تشریق میں بکثرت ذکر الٰہی کرنا چاہیے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لِّيَشۡهَدُواْ مَنَٰفِعَ لَهُمۡ وَيَذۡكُرُواْ ٱسۡمَ ٱللَّهِ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡلُومَٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلۡأَنۡعَٰمِۖ فَكُلُواْ مِنۡهَا وَأَطۡعِمُواْ ٱلۡبَآئِسَ ٱلۡفَقِيرَ﴾ [حج: ۲۸]

"اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں۔ پس آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ"۔

نیز اللہ نے فرمایا:

﴿وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡدُودَٰتٖۚ﴾

[بقرہ: ۲۰۳] اور حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں آیات کی تفسیر میں فرمایا:

"وَيَذۡكُرُواْ ٱسۡمَ ٱللَّهِ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡلُومَٰتٍ" میں "ایام معلومات" سے مراد عشرہ ذی الحجہ کے ایام ہیں، اور آیت کریمہ: ﴿وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡدُودَٰتٖۚ﴾ میں "ایام معدودات" سے مراد ایام تشریق ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب العیدین بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ)

یعنی پہلی آیت میں جو "ایام معلومات" میں ذکر الٰہی کا حکم ہے ان سے مراد عشرہ ذی الحجہ کے ایام ہیں۔ اور دوسری آیت میں "أیام معدودات" میں ذکر الٰہی کا جو حکم ہے ان سے مراد ایام تشریق ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"ما من أيام أعظم عند الله ولاأحب إليه العمل فيهن من هذه الأيام العشر، فأكثروا فيهن من التهليل والتكبير والتحميد"** (رواہ أحمد: ۲/۷۵)

سال کے تمام ایام میں کوئی دن ایسا نہیں جس میں عمل صالح اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ عظیم اور محبوب ہو۔ اس لئے ان دنوں میں کثرت سے "لا إله إلا الله، الله أكبر" اور "الحمدلله" کہا کرو"۔

اسی لئے حضرتِ ابن عمر اور حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما عشرہ ذی الحجہ کے ایام میں بازار کی طرف نکل جاتے اور بلند آواز

سے تکبیرات کہتے اور ان کی تکبیرات کے ساتھ لوگ بھی تکبیرات کہتے ۔ اور ابوجعفر محمد بن باقر رحمہ اللہ نفلی نمازوں کے بعد بھی تکبیرات کہتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب العیدین بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ)

2-عشرہ ذی الحجہ کا دوسرا عمل ہے:

۹/دن شروع ذی الحجہ کے روزہ رکھنا، چنانچہ بعض ازواج مطہرات سے روایت ہے وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ۹/دن شروع ذی الحجہ کے، عاشوراء کے دن، ہر مہینہ میں تین دن اور پیر وجمعرات کے روزے رکھتے۔ (سنن أبی داود ح:۲۴۳۷)

3- ۹/ذی الحجہ یوم عرفہ کا روزہ رکھنا:

ماہ ذوالحجہ اور اس کے ابتدائی دس ایام کی فضیلت تو ہے ہی خاص یوم عرفہ یعنی ۹/ذی الحجہ کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے، عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "صِيامُ يومِ عرَفَةَ، إنِّي أحْتَسِبُ على اللهِ أنْ يُكَفِّرَ السنَةَ التي قَبلَهُ، والسنَةَ التي بَعدَهُ" (صحیح مسلم ح:۱۱۶۲، صحیح الجامع ح:۳۸۵۳)

مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یوم عرفہ کے روزے کی وجہ سے دو سال کے گناہ معاف کر دے گا، ایک گزشتہ سال کے اور ایک آئندہ سال کے۔

لیکن یہ حکم غیر حاجیوں کے لیے ہے اور نویں تاریخ کو جو لوگ عرفات کے میدان میں حج کے لئے جمع ہوتے ہیں ان کے لئے اس تاریخ کا روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول حج کے موقع پر روزہ سے نہیں تھے ام الفضل بنت الحارث سے روایت ہے وہ کہتی ہیں: "أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَيْسَ بِصَائِمٍ. فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ فَشَرِبَهُ" (صحیح بخاری کتاب الصوم، باب صوم یوم عرفہ ح:۱۹۸۸)

کچھ لوگ عرفہ کے دن نبی ﷺ کے روزہ کے بارے میں جھگڑ رہے تھے بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے نہیں ہیں، میں نے آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے آپ نے اسے پی لیا۔

اور یہ ممانعت صرف اس وجہ سے ہے کہ کہیں ضعف نہ لاحق ہو جائے اور حج کے اعمال بجالانے میں خلل واقع ہو۔

4-ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بال اور ناخن کاٹنے سے احتراز کرنا:

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قربانی کی استطاعت اور توفیق دی ہے اور وہ قربانی کرنا چاہتے ہوں تو انہیں ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بال اور ناخن کاٹنے سے احتراز کرنا چاہیے فرمان نبوی ﷺ ہے: "مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ، فَإِذَا أُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعَرِهِ، وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا، حَتَّى يُضَحِّيَ " (صحیح مسلم ح:۱۹۷۷)۔

5- اس عشرہ میں اسلام کا پانچواں رکن حج ادا کیا جاتا ہے اور دسویں تاریخ یوم النحر کو قربانی جیسا عظیم عمل انجام پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عشرہ ذی الحجہ کی اہمیت وفضیلت کو سمجھنے اور اس کے اعمال کو اپنی زندگی کے اندر نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

* * *

اداریہ

سوئے حرم

مدیر

حج بیت اللہ کا موسم شروع ہو چکا ہے، حجاج کرام اور زائرین عظام کے قافلے کشاں کشاں سوئے حرم رواں دواں ہیں۔ ایک ہی لباس ہے... دو سفید چادریں، ایک ہی نعرہ ہے... لبیک اللھم لبیک ، ایک ہی ارادہ ہے... زیارت بیت اللہ اور طواف کعبہ معظّمہ، اور حج مبرور... کتنا خوشنما منظر ہے یہ اور کس قدر پر کیف موسم ہے۔

دنیا کے چہار جانب سے اور ہر کونے اور علاقے سے بحری راستے، ہوائی راستے اور روڈ اور پیدل کے راستے، سب مکہ کی طرف کھنچے چلے جا رہے ہیں، ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے بموجب ہر دل اس مقدس گھر کے دیدار اور زیارت کے لئے خود بخود کھنچا جا رہا ہے۔ اور کیوں نہ ہو وہ دیار مقدس تو انبیاء علیہم السلام کا مسکن ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خانوادے کی یادگار ہے۔ ہمارے نبی معظم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت ہے، مھبطِ وحی ہے، منبع رسالت ہے، یہاں پر ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام اور ان کی ماں ہاجرہ علیہا السلام کے مبارک قدم رنجہ ہوئے ہیں، پیروں کا عظیم نشان تو ابھی بھی پتھروں پر موجود ہے جسے مقام ابراہیم کا خطاب ملا ہے۔

اور حکم ربانی ہے کہ: ﴿وَٱتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَٰهِـۧمَ مُصَلًّىۖ﴾ [البقرہ:۱۲۵]

پتھروں سے چنی ہوئی وہ دیواریں اور جنت سے اتارا ہوا خوبصورت پتھر حجر اسود کی شکل میں دیوار کعبہ کے ایک کونے میں نصب ہے، فرط محبت اور جذبۂ اطاعت میں جسے چومنے، بوسہ دینے اور استلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ مسعیٰ صفا و مروہ کے درمیان جہاں حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پانی کی تلاش میں دوڑ لگائی تھی آج بھی زائرین و حجاج کے لئے حج و عمرہ کا ایک رکن عظیم بنا ہوا ہے۔ زمزم کا وہ کنواں جہاں اسماعیل نے ایڑیاں رگڑی تھیں اور جبرئیل نے پر مارے تھے اور پھر معجزہ الٰہی کی شکل میں ماں کی دعاؤں اور تمناؤں کے نتیجے میں اس آب حیات کا ظہور ہوا تھا، وہ زمزم کا مبارک پانی جو غذا کا کام دے، بدن کی طاقت کا باعث ہو، جس کے پینے پر غذائیت کے ساتھ روحانیت کا فیض حاصل ہو اور سانسیں خوشبوؤں میں بدل جائیں، مشام جان سیراب ہو اٹھیں، وہ بھی کعبہ کے صحن میں آج بھی پورے آب و تاب سے موجود ہے۔ اتنا تقدس، اتنی یادگاریں، اتنے اہم ترین مقامات جس کی وجہ سے وہاں ایک سجدہ ایک لاکھ کے برابر اور ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔

لاکھوں حجاج برتنوں میں بھر بھر کر صدیوں سے زمزم کا پانی ڈھو رہے ہیں مگر وہ چشمہ الٰہی خشک ہونے کا نام نہیں

لے رہا، صحیح فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے کہ اگر ہاجرہ علیہا السلام نے لپ لیکر پانی کو روکا نہ ہوتا اور مشکیزہ نہ بھرا ہوتا تو آج زمزم کا یہ پانی ایک جاری چشمہ ہوتا اور پوری دنیا میں بہہ کر ہر مسلمان کے گھر پہونچ جاتا۔ یہ قافلے دراصل کتنے مبارک اور مقدس ہیں جو اس عظیم اور بابرکت گھر کی طرف رواں دواں ہیں اور حج مبرور کا ثواب پانے کے لئے جنت کے طلبگار بنے ہیں اور اس کے لئے کوشاں ہیں۔ سعودی عرب کی حج منسٹری کے بیان کے مطابق اِن شاء اللہ ۲ رملین سے زائد لوگ امسال حج کا فریضہ ادا کریں گے اور یہ تعداد مقامی اور غیر مقامی لوگوں کو لیکر مزید بڑھ سکتی ہے۔ الحمدللہ سعودی عرب اور اس کے حکمران اور مملکت کے ذمہ داران نے اس کے لئے خوبصورت اور مستحکم ومضبوط انتظام کر رکھا ہے، صاف صفائی سے لیکر حجاج وزائرین کی آمد ورفت، رہائش، طواف وزیارت کا ایسا جامع اور منظم شیڈول ونظام ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ وہ منی کی خوبصورت وادیاں، مزدلفہ اور عرفات کے وسیع میدان، وہاں پانی، بجلی اور ہر طرح کے نقل وحمل کے انتظامات، دوائیاں اور علاج معالجے کی سہولیت اور پھر اس پر مزید احرام کے لباس میں ''لبیک اللھم لبیک'' کی صدا کو بلند کرتے ہوئے حجاج کرام کا وہ عالمی اجتماع، عرفہ اور دیگر مقامات پر روتے بلکتے اور دعائیں مانگتے ہوئے ضیوف الرحمن یہ سب معمار کعبہ ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ اور ان کے اخلاص وقربانیوں کی برکت ہے کہ پوری دنیا سے قافلے در قافلے سوئے حرم کھینچے چلے جارہے ہیں۔

حجاج کرام کو چاہئے کہ سوئے حرم روانگی سے پہلے خانہ کعبہ کی عظمت اور حرمین شریفین کی حرمت واہمیت کا تصور اپنے ذہن ودماغ میں بٹھالیں، اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اس گھر کی زیارت اور حج کے ارکان کی تکمیل کا ارادہ کریں اور سنت نبوی اور اطاعت الٰہی کا اتنا جذبہ ہو کہ تمام دنیاوی خواہشات سے بالاتر ہو کر ایک اللہ کی عبادت کے لئے یکسو ہوجائیں اور اللہ کے گھر پہونچ کر اپنے گناہوں کی معافی وبخشش کرالیں اور اس طرح عبادتوں میں لگے رہیں کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ آج کے پرفتن ماحول میں حج کا قیمتی سفر بھی حرص وہویٰ کا شکار ہوتا جارہا ہے، تصویریں لینا، سیلفیاں بنانا اور اپنے اعمال صالحہ کی قدم قدم، لمحہ بہ لمحہ رونمائی کرنا یہ اخلاص کے پاکیزہ ماحول سے دور کر کے ہمیں نہ جانے کہاں پہونچادے رہا ہے، اس لئے سوئے حرم روانگی سے پہلے اور وہاں پہونچ کر اور تمام عبادات وارکان کی انجام دہی کے وقت ہماری نیت اور ہمارے ارادے بالکل پاکیزہ اور صاف ستھرے اور جذبات بالکل نیک ہونے چاہئے۔

اللہ تعالیٰ تمام حجاج کے سفر کو آسان بنائے اور انہیں تمام ارکان سنت کے مطابق پورا کرنے کی توفیق ارزانی بخشے اور ان کے حج کو حج مبرور بنائے اور تمام اہل ایمان کو اپنے اہل وعیال اور وطن تک بسلامت واپس پہونچائے۔ (آمین)

* * *

احساسات وتوجیہات

مکتب کی تعلیم اور ہمارا معاشرہ

شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید بھیونڈی)

بات ایک ریلوے سفر سے شروع ہوتی ہے، میری کیبن میں بیٹھی ہوئی ایک بزرگ خاتون نے کسی کے خیریت دریافت کرنے پر کہا کہ اللہ میاں کا بڑا کرم ہے... ان کے سامنے بیٹھی ہوئی ایک برقع پوش خاتون نے کہا... سنئیے بہن جی... اللہ کو اللہ میاں نہیں کہنا چاہیے، اللہ کی کوئی ذات برادری نہیں ہے، وہ نہ میاں ہے نہ خان ہے اور نہ انصاری... اس بزرگ خاتون نے کہا: کیا آپ عالمہ ہیں؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ میں عالمہ نہیں ہوں لیکن درجہ پنجم تک مکتب میں پڑھی ہوں، یہ بات مکتب کے ہمارے مولینا صاحب نے بتائی تھی... اس چھوٹے سے واقعے نے چھماک سے میرے ذہن کو مکتب کی تعلیم کی طرف مبذول کردیا، نفس مسئلہ سے بحث نہیں ہے، بحث یہ ہیکہ یہ مکتب کی تعلیم ہے جو قدم قدم پر رہنمائی کرتی ہے، وہ کتنی ہمہ گیر، ٹھوس اور دوررس اثرات کی حامل ہوتی تھی، مکتب سے کیسا دینی شعور لے کر لوگ نکلتے تھے؟ منہج وعقیدہ سے کس طرح آگہی ہوجاتی تھی؟ آج حالات کی ناسازگاری اور فتنوں کی گرم بازاری میں یہی مکتب ہماری آخری پناہ گاہ ہے، کاش ہم اس حقیقت کو سمجھ پاتے۔

دراصل ماں کی گود ایک بچے کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے، ماں کی گود بچے کی تعلیم وتربیت کا نقطۂ آغاز ہے، یہاں سے بچہ مکتب میں پہونچتا ہے، اس کی دینی تعلیم کا آغاز ہوتا ہے، یہ ایک بچے کا دوسرا مدرسہ ہوتا ہے، مکتب میں ایک طالب علم دین کی مبادیات اور اس کی ضروریات سے آگاہ ہوتا ہے، اس کا دینی شعور پختہ ہوتا ہے، عمل وعبادت سے واقفیت ہوتی ہے، عقیدہ سے روشناس ہوتا ہے، یہاں سے اگر وہ مدارس کا رخ کرتا ہے تو وہ دینی علوم وفنون میں آگے بڑھ جاتا ہے، عالم فاضل بن کر داعی، امام یا مدرس تک کا سفر طے کرلیتا ہے، دوسری صورت عصری علوم کے سفر کے آغاز کی ہوتی ہے، وہ اسکول میں جاتا ہے، اسکول سے کالج میں پہونچتا ہے، کالج سے یونیورسٹی سدھارتا ہے، اگر مکتب کے چشمۂ صافی سے طالب کا دل ودماغ سیراب ہوا ہے تو وہ محفوظ انداز میں تعلیمی سفر طے کرتا ہے، انحراف، تشکیک اور ضلالت کے جراثیم سے محفوظ ہوتا ہے، اگر مکتب کی روشنی سے ذہن ودماغ محروم ہیں تو بھٹکنے اور پھسلنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، زندگی کی گاڑی دین کی پٹری پر قائم نہیں رہتی، مکتب میں پڑھنے والوں کا ایک تیسرا گروہ بھی ہوتا ہے جو کسی دینی ادارے کی دہلیز پار نہیں کرتا ہے اور کالج اور یونیورسٹی پڑھ کر کسی اچھی پوسٹ تک رسائی نہیں پاتا ہے، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ٹرین کی کیبن میں اتفاقاً

ہمارے سامنے آجاتے ہیں، مکتب کی رہنمائی تاحیات ان کے ساتھ ہوتی ہے، ان کے بھی بھٹکنے اور گمراہ ہونے کے امکانات بہت ہوتے ہیں، اگر ان میں دینی شعور کی بنیاد نہ پڑی ہو، آج پہلے کی بہ نسبت زیادہ مکتب کی تعلیم کی اہمیت بڑھ گئی ہے، صورتحال کی سنگینی کا اندازہ لوگوں کو نہیں ہے۔

دوسرے گروہ کی بات کریں تو لوگ اعلی تعلیم کی تلاش میں مشنری اسکولوں کا رخ کرتے ہیں، مشنری اسکولوں میں غیر محسوس انداز میں طلبہ کا برین واش کیا جاتا ہے، معصوم طلبہ کو کہا جاتا ہے کہو یا اللہ ہمیں چاکلیٹ چاہیے، بچہ کہتا ہے لیکن اس کی طرف کوئی چاکلیٹ نہیں پہونچتی، پھر کہا جاتا ہے کہو یسوع مسیح مجھے چاکلیٹ چاہیے، وہ جیسے کہتا ہے، ایک لیڈی اوپر سے بچے کے سامنے میں چاکلیٹ گراتی ہے، بچہ چاکلیٹ پاکر خوش ہوجاتا ہے پھر وہ کہتی ہے دیکھو تم کو یسوع مسیح نے چاکلیٹ دیا ہے، خام ذہن میں تشکیک کا بیج اس طرح سے پڑتا ہے، ذہن کو کس طرح مسیحیت کیلئے ہموار کیا جاتا ہے؟ رمضان کے مہینے میں کہا جاتا ہیکہ بیٹا! تم اگر روزے رکھو گے تو پڑھائی ڈھنگ کی نہیں ہوسکتی ہے، تمھارا رزلٹ متاثر ہوجائے گا، دوسرے بچے تم سے آگے نکل جائیں گے، نماز اور قرآن کے چکر میں تمہارا ہوم ورک رہ جاتا ہے، کتنے ہیں جو گمراہ ہوگئے؟ کتنے ہیں جو ملحد ہوگئے، کتنے ہیں جو لبرل ہوگئے، کتنے ہیں جو منحرف ہوگئے، ایک طویل سلسلہ ہے، قافلہ مسلسل لٹ رہا ہے۔

انٹرنیٹ اور میڈیا کے دور میں برقی لہروں کے ساتھ نہ معلوم کتنوں کے افکار بہہ گئے؟ کتنوں کے عقائد مسموم ہوگئے، اس لئے مکتب کی تعلیم کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، ان بوریہ نشینوں کی قدر وقیمت بھی بڑھ جاتی ہے جو ہمارے نونہالوں کی آخرت کی بقاء کیلئے زندگی کی کسمپرسی سے برسر پیکار ہوکر بھی میدان میں ڈٹے ہیں، ان کی کاوشوں کا دنیا میں کوئی معاوضہ نہیں ہے، ان کے سدھائے ہوئے بچے قوم وملت کیلئے معمار بن جاتے ہیں، زیادہ نہیں تو اپنے خاندان کے مصلح ثابت ہوتے ہیں، بات یہاں پر ختم نہیں ہوجاتی ہے بلکہ سماج ومعاشرے کی اخلاقی ودینی حالات بھی مکتب سے بے نیاز ہوکر درست باقی نہیں رہ سکتے، سب سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ عصری تعلیم رشتوں کی تکریم نہیں سکھاتی ہے، بڑے چھوٹے کا پاس ولحاظ نہیں سکھاتی ہے، جنھوں نے اپنی اولاد کیلئے اپنی کمر جھکالی تھی وہ بڑھاپے میں بھی اولاد کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوتے ہیں، عصری تعلیم یافتہ بچوں کو اپنا کھانستا ہوا باپ بوجھ لگنے لگتا ہے، ان کی بیمار ماں وبال جان لگتی ہے، ان کی دوائیوں کے خرچ کو اپنے اوپر معاشی بار سمجھتا ہے، باپ اپنا ٹوٹا ہوا چشمہ بنوانے کیلئے کہتا ہے تو جواب آتا ہے تم چشمہ اتنا توڑتے کیوں ہو؟ میں تمہاری دوائیاں لاؤں یا پھر تمہارا چشمہ بنواؤں، یہ الفاظ مجبور ماں باپ کے دل کیسے خون کرتے ہوں گے اندازہ کرسکتے ہیں۔

یہی اعلی تعلیم یافتہ طبقہ ہے جو بیویوں کے نخرے اٹھاتا ہے، ان کی سالگرہ مناتا اور قیمتی تحفے دیتا ہے، آئے دن ان کیلئے شاپنگ کرتا ہے، اور والدین کو اولڈ ایج ہوم میں پھینک آتا ہے، یا ماں باپ گھر کے کونے میں پڑے ہوئے اپنی موت کا انتظار کررہے ہوتے ہیں، اس طرف کی کہانی بڑی دردناک ہے، ہائی تعلیم یافتہ بچے مع اہل وعیال فارن کنٹری میں شفٹ ہوجاتے ہیں مگر حافظ بیٹا کم تنخواہ کا درد لئے ماں باپ کی کفالت کرتا ہے، ان کا علاج

کراتا ہے اور آخری حقوق بھی وہی ادا کرتا ہے، اس پر بھی والدین عقل کے ناخن نہیں لیتے بلکہ والدین اسی عصری تعلیم کی محبت میں اتنے گرفتار ہوتے ہیں کہ دینی تعلیم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، یہ دینی تعلیم ہے جو اولاد کو والدین کے حقوق ومقام سے روشناس کرتی ہے، بچوں کو مکتب کی چہار دیواری میں اس لئے بھی بھیجنا چاہئے کہ کل وہ آپ کے بڑھاپے کے بار کو اپنے کاندھے پر اٹھانے کو سعادت خیال کریں گے، **واخفض لهما جناح الذل من الرحمه** کا مصداق قرار پائیں گے۔

سماج کا اخلاقی منظر نامہ دینی تعلیم کی ضرورت وحاجت کا متقاضی ہے، جنسی بے راہ روی کے طوفان کو روکنے کی سکت کسی میں نہیں ہے، اس طوفان کا خطرہ بچپن میں مکتب کی تعلیم کے ذریعہ ٹل سکتا تھا، تعلیم کے ساتھ حسن تربیت کے سائے میں پروان چڑھنے والی نسل پاکیزہ کردار کی حامل ہوتی ہے، عشق ومحبت کے فتنوں سے وہ شرم اسے روکتی ہے جسے گھول کر دینی نصاب نے پلا دیا ہے، وہ غض بصر اور حفاظت فروج پر ایمان رکھتی ہے، وہ فحاشی کے خوں آشام کوچے سے بہت دور رہتے ہیں، وہ آخرت کی جوابدہی کے احساس میں جیتے ہیں۔

ارتداد کا روح فرسا منظر حساس دلوں کو تڑپا دیتا ہے، پورے ملک میں لاکھوں کی تعداد میں مسلم بچیاں اپنے گلے میں غیر مسلموں کے نام کا منگل ستر پہن چکی ہیں، ان کے ساتھ سات پھیرے لے چکی ہیں، پیشانی پر سندور سجالیا ہے، افسوس جو بچیاں مسلم ماؤوں کی کوکھ سے جنم پائی تھیں ان کے کوکھ سے مشرک بچے جنم لے رہے ہیں، یہ دین تو وہ تھا کہ گردن اتروالی جاتی تھی لیکن دین سے دستبردار ہونا گوارہ نہیں تھا، تیل کی کھولتی کڑاہی میں چھلانگ لگا دیتے تھے لیکن کلمۂ کفر کہنا ممکن نہ تھا، آج قصہ عجیب ہے کہ مالی پریشانی کے سبب عقیدہ توحید کو قربان کردیا، جاب کیلئے دین سے دستبردار ہوگئیں، عشق ومحبت کے چکر میں اپنے دین، خاندان اور سماج سے بغاوت کردیتی ہیں، عشق ومحبت کے جس سراب کے پیچھے یہ چل پڑتی ہے، وہ محض وہم اور فریب ہوتا ہے، سب کچھ لٹ جانے کے بعد اس کا عاشق زار اس کی عصمت کو جنسی بازار بنا کر چھوڑتا ہے، وہ روز آنہ لٹتی ہے، وہ روز آنہ اجڑتی ہے، اس ہولناک انجام سے دوچار ہونے کے بعد وہ اپنے کل کی طرف لوٹ کر نہیں آسکتی ہے کیونکہ کشتی جلا کر یہاں آئی تھی، اب ذلت کی زندگی اس کا مقدر بن چکی ہے، اب ایک اعداد وشمار ان بچیوں کا بھی سامنے آنا چاہیے جو دوسرے مذہب میں شادی کے بعد جسم فروشی کے دھندے میں ڈھکیل دی گئی ہیں، یہ مکتب کی تعلیم ہے جو ہماری نسلوں کو اس سماجی بحران سے بچائے گی، یہ تعلیم ان بچیوں میں ام سلیم کا کردار پیدا کریں گے جنھوں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا، جب وہ حالت کفر میں تھے، میرا اور تمھارا نکاح کیسے ہوسکتا ہے؟ تم پتھروں سے تراشے ہوئے بتوں کی پرستش کرتے ہو اور میں اس ذات کی عبادت کرتی ہوں جس نے ان پتھروں کو پیدا کیا ہے، جب تک ابو طلحہ مسلمان نہیں ہوئے، آپ نے ان سے نکاح نہیں کیا، یہ مسلم خواتین کیلئے اسوہ ہیں، اس لئے اپنے بچوں کے دل ودماغ میں دینی تعلیم کا نور پہونچانے کے بعد اسکولوں اور کالجوں کی طرف روانہ کریں، تاکہ ہم اپنی نسلوں کے ایمان کو تو بچاسکیں، اگر ہمارے نزدیک ایمان کی کوئی قدر وقیمت ہے، اگر ہمارے دلوں میں اپنے بچوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کا جذبہ ہے۔

* * *

حج کے مختصر احکام ومسائل

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

یہ حج وعمرہ کے طریقہ اور آداب کا مختصر خاکہ ہے، جس میں قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں حج وعمرہ کا مختصر طریقہ ذکر کیا گیا ہے، ہم حج اور عمرہ کرنے والے مسلمانوں سے گذارش کریں گے کہ حج اور عمرہ کرنے سے پہلے اس تحریر کو بغور پڑھیں، تاکہ آپ کا حج وعمرہ سنت نبوی کی روشنی میں ادا ہو سکے اور آپ حج وعمرہ کے اجر عظیم سے بہرہ مند ہوسکیں۔

حج کی قسمیں:

حج کی درج ذیل تین قسمیں ہیں:

(۱) حج تمتع: حج تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں (شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن) میں عمرہ کا احرام باندھے، اور عمرہ سے فارغ ہوکر مکہ یا مکہ کے قریب سے ۸/ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔

(۲) حج قران: حج قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے اور قربانی کے دن (۱۰/ذی الحجہ) سے قبل حلال نہ ہو، یا پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور پھر عمرہ کا طواف شروع کرنے سے پہلے اس میں حج بھی شامل کرلے۔

(۳) حج افراد: حج افراد یہ ہے کہ میقات سے حج کا احرام باندھے یا اگر مکہ ہی میں مقیم ہو تو مکہ یا میقات کے اندر کسی بھی جگہ سے احرام باندھے، پھر اگر اپنے ساتھ ھدی (قربانی کا جانور) لے کر گیا ہو تو قربانی کے دن تک احرام ہی کی حالت میں رہے، اور اگر قربانی کا جانور ساتھ نہ لے گیا ہو تو مشروع ہے کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرے، یعنی طواف کرے، سعی کرے، اور سر کے بال منڈا کر حلال ہو جائے، کیونکہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے کر نہیں آئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح حج قران کرنے والا بھی اگر اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لے جائے تو اس کے لئے بھی مشروع ہے کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ ادا کرے۔

عمرہ کیسے کریں؟

۱- میقات پہنچ کر غسل کریں اور خوشبو لگائیں پھر احرام کے دو کپڑے ایک ازار اور ایک چادر پہن لیں، افضل یہ ہے کہ احرام سفید ہو، عورت جو بھی لباس چاہے پہن سکتی ہے شرط یہ ہے کہ لباس ساتر ہو اور زینت ظاہر کرنے والا نہ ہو، پھر عمرہ کی نیت کرے اور کہے:

"اللهم لبیک عمرة"، "لبیک اللهم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک، لا شریک لک"۔

تلبیہ کے کلمات مرد باآواز بلند اور عورتیں آہستہ پکاریں، اور پھر کثرت سے تلبیہ، ذکر واستغفار، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشغول رہیں۔

۲- مکہ پہنچ کر مسجد حرام میں دایاں قدم بڑھاتے ہوئے

داخل ہوں اور یہ دعا پڑھیں: **”بسم الله والصلاة والسلام على رسول الله ، أعوذ بالله العظيم ووجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم ، اللهم افتح لي أبواب رحمتك“۔**

پھر کعبہ کا سات طواف کریں، ہر طواف اللہ أکبر کہہ کر حجر اسود سے شروع کریں، اور حجر اسود ہی پر ختم کریں، طواف کے دوران کوئی مخصوص دعا احادیث میں ثابت نہیں ہے اس لئے چاہت کے مطابق ذکر واذکار، تلاوت قرآن اور دعاؤں میں مشغول رہیں، ہر طواف میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں: ﴿رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنۡيَا حَسَنَةٗ وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِ حَسَنَةٗ وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ﴾ پھر اگر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے ورنہ پوری مسجد میں کہیں بھی طواف کی دو رکعت نماز پڑھیں۔

۳- پھر صفا کی طرف جائیں، اس پر چڑھیں، قبلہ رو ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ الحمد للہ کہیں، اور تین مرتبہ اللہ أکبر کہیں، اور پھر تین بار یہ دعا پڑھیں: **”لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، لا اله الا الله وحده ، أنجز وعده ، ونصر عبده، وهزم الأحزاب وحده “۔** دعائیں تین مرتبہ پڑھنا افضل ہے، البتہ اس سے کم پر بھی اکتفا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف جائیں، دوہری لائٹوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر تیزی سے چلیں، اور اس سے پہلے اور بعد میں عام چال چلیں، مروہ پہنچ کر مروہ پر چڑھیں، اور وہاں وہی کچھ کریں جو صفا پر کیا تھا، اس طرح سات چکر لگائیں، صفا سے مروہ تک ایک سعی شمار ہوگی، اور پھر مروہ سے صفا تک دوسری۔

طواف اور سعی کیلئے کوئی مخصوص دعا نہیں ہے، البتہ ہر شخص اپنی چاہت کے مطابق تسبیح وتہلیل، ذکر ودعا اور تلاوت قرآن وغیرہ کرسکتا ہے، البتہ قرآنی اور ماثور دعاؤں کا اہتمام کرنا افضل اور بہتر ہے۔

۴- سعی سے فارغ ہو کر سر منڈائیں یا قصر کرائیں، البتہ پورے سر کا بال قصر کرانا ضروری ہے، جو لوگ سر کے اطراف سے چند بال کتر لیتے ہیں ان کا عمرہ مکمل نہیں ہوتا۔

اب اگر آپ حج تمتع کرنے والے ہیں تو قربانی کے روز (۱۰/ذی الحجہ) قربانی کرنا ضروری ہے، اگر قربانی ممکن نہ ہو تو دس روزے رکھیں، تین روزے حج کے ایام میں (یہ روزے ۹/ذی الحجہ سے قبل رکھنا افضل ہیں) اور سات گھر لوٹنے کے بعد۔

حج کیسے کریں؟

(۱) اگر آپ حج افراد یا حج قران کرنے والے ہوں تو اپنی میقات سے احرام باندھیں، یا اگر میقات کی حد سے اندر ہوں تو جہاں سے بھی چاہیں احرام باندھ لیں، اور اگر حج تمتع کرنے والے ہوں تو آٹھ تاریخ کو اپنی منزل سے ہی حج کا احرام باندھیں، ممکن ہو تو غسل کریں، خوشبو لگائیں اور احرام کے کپڑے زیب تن کریں اور کہیں: **”اللهم لبيك حجا، لبيك اللهم لبيك ، لبيك لا شريك لك لبيك ، ان الحمد والنعمة لك والملك، لا شريك لك“۔**

(۲) پھر منیٰ جائیں اور پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کو اپنے اپنے وقت میں پڑھیں، البتہ چار رکعت والی نمازوں کو قصر کر کے دو دو رکعت پڑھیں۔

(۳) جب نویں تاریخ کا سورج طلوع ہو تو انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ عرفہ تشریف لے جائیں، عرفہ پہنچ کر ظہر اور عصر کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر کے وقت میں قصر

کر کے پڑھیں۔

عرفہ میں وقوف کے دوران دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر قبلہ رو ہوکر کثرت سے دعا، استغفار اور ذکر الٰہی میں مشغول رہیں، غروب آفتاب تک عرفہ ہی میں رہیں۔

(۴) غروب آفتاب کے بعد تلبیہ پکارتے ہوئے انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ مزدلفہ تشریف لے جائیں، مزدلفہ پہنچ کر فوری طور پر مغرب وعشاء کو ایک ساتھ قصر کر کے ادا کریں، اور پوری رات مزدلفہ ہی میں گزاریں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر قبلہ رو ہوکر کثرت سے دعا واستغفار میں مشغول رہیں یہاں تک کہ روشنی ہوجائے، لیکن آفتاب طلوع نہ ہوا ہو۔

(۵) طلوع آفتاب سے پہلے پہلے تلبیہ پکارتے ہوئے منیٰ تشریف لے جائیں (معذور حضرات مثلاً عورتیں یا کمزور لوگ آدھی رات کے بعد ہی منیٰ جا سکتے ہیں) اور جمرۂ عقبہ کی رمی کے لئے سات کنکریاں (جو بکری کی مینگنی کے مثل یا اس سے کچھ بڑی ہوں) چن لیں۔

(۶) منیٰ پہنچ کر درج ذیل اعمال انجام دیں:

۱۔ جمرۂ عقبہ (جو مکہ سے قریب ہے) کی رمی کریں، ہر کنکری کو فرداً فرداً اور اللہ أکبر کہہ کر پھینکیں۔

۲۔ اپنی قربانی ذبح کریں۔ اگر قربانی ضروری ہو تو۔ اور اسے خود کھائیں اور فقراء ومساکین کو کھلائیں۔

۳۔ سر کے بال منڈائیں یا قصر کرائیں البتہ منڈانا افضل ہے، عورتیں اپنے بال کی چوٹی کے آخری حصہ سے انگلی کی ایک پور کے برابر کاٹیں۔

☆ مذکورہ بالا اعمال کی مذکورہ ترتیب ہی افضل ہے، لیکن تقدیم وتاخیر میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ مذکورہ تین اعمال کی انجام دہی کے بعد اب آپ کے لئے بیوی سے مباشرت کے علاوہ بقیہ ممنوعات احرام (جس کا بیان آئندہ سطور میں ہوگا) مباح ہوجاتے ہیں۔

(۷) پھر مکہ تشریف لے جائیں اور طواف افاضہ (طواف حج) کریں، اور پھر اگر آپ حج تمتع کرنے والے ہیں (یا حج افراد یا حج قران کرنے والے ہیں اور طواف قدوم (طواف عمرہ) کے ساتھ سعی نہیں کی ہے) تو سعی کریں، اور اب اس کے بعد آپ کیلئے تمام ممنوعات احرام مباح ہوجائیں گے، طواف افاضہ کو ایام منیٰ (۱۱، ۱۲، اور ۱۳/ذی الحجہ) اور اس کے بعد تک بھی موخر کرنا جائز ہے۔

(۸) دسویں تاریخ کو طواف افاضہ اور مذکورہ تفصیل کے مطابق سعی کرنے کے بعد منیٰ واپس جائیں اور ایام تشریق (۱۱، ۱۲، اور ۱۳/ذی الحجہ) کی راتیں منیٰ میں گزاریں اور اگر صرف دو راتیں ہی گزاریں تو بھی جائز ہے۔

(۹) منیٰ میں گزارے جانے والے دو یا تین دنوں میں زوال کے بعد بالترتیب چھوٹے پھر متوسط اور پھر بڑے تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری کو الگ الگ اور تکبیر کہہ کر ماریں۔

اگر منیٰ میں دو ہی راتیں گزارنا چاہیں تو ضروری ہے کہ ۱۲/ تاریخ کو غروب آفتاب سے قبل ہی منیٰ سے نکل جائیں، اگر منیٰ میں رہتے ہوئے آفتاب غروب ہوگیا تو ۱۳/تاریخ بھی رہنا اور حسب سابق تمام جمرات کو کنکری مارنا ضروری ہے، اور یہی افضل بھی ہے۔

معذور، مریض یا کمزور لوگوں کیلئے کنکری مارنے کے لئے کسی کو اپنا نائب بنانا جائز ہے، اور نائب کیلئے ضروری ہے کہ پہلے اپنی طرف سے کنکری مارے اور پھر معذور شخص کی طرف سے۔

(۱۰) ان اعمال حج کے ختم ہونے کے بعد اگر آپ اپنے وطن

واپس ہونا چاہتے ہیں تو سب سے آخر میں طواف وداع کریں اور پھر مکہ چھوڑ دیں۔

طواف وداع سے صرف حیض ونفاس والی عورتیں مستثنیٰ ہیں۔

محرم کے لئے چند ضروری ہدایات:

حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کے لئے چند اہم اور ضروری ہدایات درج ذیل ہیں:

۱-محرم کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض بالخصوص پنجوقتہ فرض نمازیں پابندی سے باجماعت ادا کرے۔

۲-اللہ کے منع کردہ امور سے باز رہے، مثلاً فسق وفجور، بے ہودہ گوئی، غیبت وچغلخوری، مار دھاڑ، لڑائی جھگڑے اور دیگر منکرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔

۳-مسلمانوں کو قول وعمل یا کسی بھی طرح سے ایذاء نہ پہنچائے۔

۴-حالت احرام میں ممنوع امور سے اجتناب کرے، جو درج ذیل ہیں:

- اپنے بال یا ناخن وغیرہ نہ تراشے، اگر بلا قصد گر جائے تو کوئی گناہ نہیں۔
- اپنے جسم، لباس یا کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء میں خوشبو نہ لگائے، اگر احرام سے پہلے استعمال کردہ خوشبو کا اثر باقی ہو تو کوئی حرج نہیں۔
- برّی شکار نہ کرے اور نہ اسے چھیڑے، نہ ہی اس میں کسی کا کسی بھی طرح تعاون کرے۔
- محرم یا غیر محرم کوئی بھی شخص حرم کے درختوں، پودوں اور کانٹوں وغیرہ کو نہ کاٹے، نہ ہی توڑے، اور نہ ہی کسی گری پڑی چیز کو اٹھائے، الا یہ کہ اسے پہنچوانا مقصود ہو۔
- نہ عورتوں کو اپنے یا کسی اور کیلئے پیغام دے، نہ ہی عقد نکاح کرے اور نہ احرام کی حالت میں بیوی سے مجامعت کرے، اور نہ ہی شہوت سے اسے چھوئے۔

نوٹ: مذکورہ بالا تمام ممنوعات مرد وعورت دونوں کیلئے ہیں، البتہ درج ذیل کچھ امور صرف مردوں کے لئے خاص ہیں:

(۱) کسی ایسی چیز سے سر نہ ڈھانکے جو سر سے متصل اور لگی ہوئی ہو، البتہ چھتری سے سایہ کرنے یا سر پر سامان اٹھانے یا گاڑی وغیرہ کی چھت تلے ہونے میں حرج نہیں۔

(۲) سلے ہوئے کپڑے نہ استعمال کرے (خواہ پورے جسم میں یا جسم کے بعض حصہ میں) مثلاً شلوار، قمیص، ٹوپی اور موزے وغیرہ، ہاں اگر تہبند نہ مل سکے تو اس کی جگہ شلوار پہننا، اسی طرح اگر جوتے نہ مل سکیں تو اس کی جگہ موزے پہننا جائز ہے۔

☆ احرام کی حالت میں عورت کے لئے ہاتھوں میں دستانے پہننا، اسی طرح نقاب یا برقع وغیرہ سے چہرہ ڈھانکنا حرام ہے، ہاں اگر غیر محرم اجنبی لوگوں کا سامنا ہو تو نقاب، برقع یا ڈوپٹہ وغیرہ سے چہرہ ڈھانکنا ضروری ہے، جیسا کہ عام حالات میں ضروری ہے۔

☆ اگر محرم بھول کر یا حکم نہ جانتے ہوئے سلا ہوا کپڑا استعمال کرلے، یا سر ڈھانک لے، یا خوشبو لگالے، یا بال کاٹ لے، یا ناخن تراش لے وغیرہ تو اس پر کوئی فدیہ نہیں۔

☆ محرم کے لئے جوتے، انگوٹھی، اور عینک وغیرہ پہننا جائز ہے، اسی طرح کان کا آلہ سماعت، گھڑی، بیلٹ (جس میں پیسوں وغیرہ کی حفاظت ہوتی ہے) وغیرہ کا استعمال بھی جائز ہے۔

☆ محرم کے لئے احرام کا دھلنا، اسے تبدیل کرنا، اسی طرح سر اور جسم کا دھلنا وغیرہ بھی جائز ہے، اگر ان اعمال کے سبب کوئی بال بلا قصد گر جائے تو کوئی گناہ نہیں، جیسا کہ کسی زخم کے سبب بال کے گر جانے میں کوئی حرج نہیں۔

* * *

تنبیہات وارشادات

مناسک حج وعمرہ میں سرزد ہونے والی چند غلطیاں

شیخ نثار احمد مدنی (شیخ الجامعہ، جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

جس طرح دنیا وآخرت کی کامیابی کے لیے خیر اور اسکے وسائل ومیادین کی معرفت لازمی وضروری ہے ایسے ہی اس راہ کی رکاوٹوں اور خطرات واندیشوں سے بچنا بھی بے انتہا ضروری ہے تاکہ فوز وظفر سے ہم کنار ہونے نیز صحیح انداز میں بندہ طاعت وانقیاد کی روش پر شرعی بنیادوں پر قائم ودائم رہ سکے چنانچہ رازدار رسول حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كان الناس يسألون النبي ﷺ عن الخيروكنت أسأله عن الشرمخافة أن أقع فيه“(صحیح مسلم:1847)

”لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر وبھلائی کی بابت دریافت کرتے تھے اور میں شر وبرائی کی بابت پوچھتا تاکہ مبادا کہیں اس میں واقع نہ ہوجاؤں“۔

اور عربی شاعر کہتا ہے:

عرفت الشر لا للشر لكن لتوقيه
ومن لايدري الخيرمن الشر يوشك أن يقع فيه

”میں نے شر کی معرفت محض شر کے بجائے اس سے بچنے کی خاطر جانا ہے اور جو خیر وشر کے مابین تمیز کا ادراک نہیں کرپاتا وہ اس میں واقع ہوجاتا ہے“۔

لہٰذا حج جو ایک مقدس فریضہ اور اسلام کا اہم رکن ہے ایک مستطیع شخص پر اس کی زندگی میں صرف ایک دفعہ فرض ہے بنابریں جہاں حج کے احکام ومسائل کی پیشگی معرفت اور اس کی تربیت وعملی مشق ضروری ہے وہیں حج کو فاسد اور نقصان پہنچانے والے اعمال اور اس میں سرزد ہونے والی غلطیوں سے اجتناب بھی بے انتہا ضروری ہے تاکہ ایک بندہ اپنے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی سے جنت کا حقیقی مصداق اور نوازئیدہ معصوم بچہ کی طرح گناہوں سے منزہ وپاک ہوسکے، ذیل میں حاجی ومعتمر سے عمدا یاسہوا سرزد ہونے والی چند لغزشوں اور خطاؤں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ ان سے بچا جاسکے۔

● اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہمیت ادائے حج کے وقت کی تعیین کو حاصل ہے۔ اہل علم اس امر میں اختلاف کے شکار ہیں کہ فرضیتِ حج کے بعد فوراً حج کرنا ضروری ہے یا اس میں تاخیر کی گنجایش ہے۔ بدقسمتی سے برصغیر ہندوپاک میں تاخیر پر زیادہ عمل ہے چنانچہ ہمارے معاشرے میں یہ رخصت ایک وبا کی طرح پھیل گئی ہے اور حج کے لیے عملاً بوڑھاپے کا وقت مخصوص ہے۔ جب کہ شرعی اور موجودہ حالات کے لحاظ سے بھی جوانی میں حج کرلینا ہی بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔ اگر کسی شخص پر حج فرض ہوجائے اور وہ اسے بڑھاپے پر

موخر کر کے آزادانہ طور پر زندگی کے امور میں مصروف ہو جاے اور پھر حج کیے بغیر ہی مر جائے تو وہ سخت گناہ گار ہوگا۔ چونکہ حج ایک پُر مشقت عبادت ہے۔ اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کے حج وعمرہ کو جہاد قرار دیا ہے۔ موجودہ دور میں کثرتِ حجاج کی وجہ سے اس میں مزید مشقتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ بوڑھے خواتین وحضرات ارکانِ حج کیسے اور کس قدر ادا کر پاتے ہوں گے حالانکہ مالی وبدنی استطاعت کے پائے جانے کے بعد تاخیر چنداں مناسب نہیں ہے اور یہ عذر لنگ ہے کہ بچوں کی شادی کے بغیر کیسے کر سکتے ہیں ابھی میرے والدین حج نہیں کئے، فلاں عزیز ابھی حج پر نہیں گئے، ہمیں دنیا کیا کہے گی وغیرہ طرح طرح کے اعذار عین قوت وطاقت کے زمانہ میں سفر حج سے مانع رہتے ہیں۔

- بعض علاقوں میں سفر حج پر جانے سے قبل اور بعض میں آنے کے بعد پر تکلف دعوتوں کا اہتمام اور پرجوش استقبالیہ والوداعیہ محفلیں منعقد ہوتی ہیں، پھولوں کی سیج پر بٹھا کر پھولوں کا مالا پہنایا جاتا ہے اور لوگوں سے خوب خوب واہ واہی حاصل کرتے اور تشہیر کا بازار گرم کیا جاتا ہے اور تاحیات حاجی صاحب کو تمغہ واعزاز عطا کیا جاتا ہے اگر حج وعمرہ کے پس پردہ یہی مقصد کارفرما ہے تو یہ انتہائی خطرناک عمل کو ضائع کرنے کا باعث نیز توحید وایمان میں مخل ہے فرمان نبوی ہے:

”ومن رآى رآى الله به، ومن سمَّع سمَّع الله به“. (بخاری: 6499 ومسلم: 2987)

- بعض لوگوں کی ایسے ہمسفر کی اس مقدس سفر میں صحبت رہتی ہے جو فسق وفجور کے رسیا، صلوات خمسہ سے بیگانہ، لہو ولعب کے شوقین اور بکثرت ہنسی مذاق کے عادی ہوتے ہیں اس سے جہاں حاجی ومعتمر کے افضل اور قابل احترام اوقات کا تقدس پامال ہو جاتا ہے وہیں اس مقدس مقام پر وہ عبادات سے غافل ہو کر غیر نفع بخش امور کا شکار بن کر اپنے اوقات اور مال کو ضائع وبرباد کر کے دنیا وآخرت کے خسارہ کا سودا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

- حرام وگھٹیا مال سے سفر حج پر جانا بے سود ہے کیونکہ اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا دینی ودنیاوی تمام معاملات میں شرعاً حلال مال ہی ہمارے پیش نظر رہے بالخصوص اس مقدس عبادت کے جملہ اخراجات سے متعلق ذرہ برابر بھی حرام کمائی کی آمیزش نہ ہو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **”الرجل يطيل السفر، أشعث أغبر، يمد يديه إلى السماء، يا رب، يا رب، ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذي بالحرام، فأنى يستجاب لذلك؟“** (سنن ترمذی: 2989 وصححہ الالبانی)

”آدمی لمبے سفر پر آتا ہے پراگندہ حال اور غبار آلود ہوتا ہے، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتا ہے اور کہتا ہے: اے رب! اے رب! حالانکہ اس کی خوراک بھی حرام اس کی پوشاک بھی حرام اور وہ خود حرام مال سے پلا بڑھا ہے، لہٰذا اس کی دعا کیسے قابل قبول ہوگی“۔

- بلا محرم کے سفر حج پر نکل جانا، جب سفر حج ایک پر مشقت اور بکثرت بھیڑ بھاڑ کے سبب انتہائی کٹھن سفر ہے خصوصاً صنف نازک کیلئے جو از خود اجنبی شہر میں اپنی ضروریات کی تکمیل اور

بلامحرم دیگر فرائض کی انجام دہی سے قاصر ہوتی ہیں چنانچہ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کے حق میں حج کو جہاد سے تعبیر فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول کیا خواتین پر جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جی ہاں، ان پر جہاد ہے، جس میں قتال نہیں ہے، : اور وہ حج اور عمرہ ہیں'' (سنن ابن ماجہ: 2901، البخاری: 1861، 152)

اور بغیر محرم کے سفر کی ممانعت سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: **"لایحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مع ذي محرم"** ''جو خاتون اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے بلامحرم کے سفر کرنا ناجائز ہے''۔ لہٰذا حج اور عمرہ دونوں میں محرم کا رہنا ایک ضروری امر ہے۔

- میقات سے حج اور عمرہ کی نیت کرنا لازم ہے۔ چنانچہ جس طرح حج قبل از وقت نہیں کر سکتے صرف اس کے لئے مخصوص مہینوں ہی میں کر سکتے مثلاً محرم، صفر، ربیع الاول وغیرہ دیگر مہینوں میں صحیح نہیں ہوسکتا اسی طرح حج وعمرہ کے لئے متعین مواقیت یعنی جگہوں کو پار کر کے احرام کی نیت کرنا بھی درست نہیں ہوگا کیونکہ یہ میقاتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے متعین کردہ ہیں۔ اور وہ پانچ مقامات ہیں ذوالحلیفہ، جحفہ، یلملم، ذات عرق اور قرن المنازل، خواہ حاجی یا معتمر زمین کے راستے سفر کر رہا ہو یا بحری یا ہوائی راستے سے۔ بعض حجاج ہوائی سفر میں بغیر احرام کے میقات سے گزر جاتے ہیں اور جدہ ایئرپورٹ پہنچ کر احرام باندھتے ہیں۔ یہ عمل سنت کے خلاف ہے۔ ان کو چاہیے کہ جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام کے لباس زیب تن کرلیں اور میقات سے پہلے جہاز ہی میں نیت کریں۔ اگر بغیر احرام کے وہ جدہ پہنچ جاتے ہیں تو واپس میقات تک جائیں اور وہاں سے احرام باندھیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے ہیں اور جدہ ہی سے احرام باندھتے ہیں تو اکثر علماء کے نزدیک اُن پر ایک جانور کے ذبح کرنے کا فدیہ واجب ہے، جو مکہ میں ذبح کیا جائے گا اور فقراء میں تقسیم ہوگا۔

- بعض ممالک کے حجاج ومعتمرین خواتین کے لئے یونیفارم کے انداز میں سفید، سیاہ یا سبز قسم کے احرام کے کپڑے خاص کرتے ہیں حالانکہ عورت کیلئے حالت احرام میں کسی مخصوص احرام کے کپڑے یا مخصوص ہیئت وغیرہ کا ثبوت نہیں ہے ہاں اس سے شرعاً یہی مطلوب ہے کہ وہ زیب وزینت کے مظاہر اور بے پردگی سے کلی طور پر اجتناب کرے۔

- بعض حاجی ومعتمر احرام کے درمیان بے ہودہ گوئی فحش کام، ساز وموسیقی میں مشغول ہوتے اور تلبیہ، ذکر واذکار، دعا ومناجات، تسبیح وتہلیل اور تلاوت قرآن وغیرہ سے غافل ہوتے ہیں حالانکہ جب یہ سفر طاعت ہے تو اس سے قبل اپنے آپ کو خیر کے کاموں کا عادی بنانا چاہئے نیز حج کی تربیت کے ذریعہ حج کے اعمال کی پیشگی عملی مشق کے بعد ہی اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لیے کمربستہ ہونا چاہیے۔

- طواف کے درمیان حجاج ومعتمرین متعدد غلطیوں کے شکار ہوتے ہیں مثلاً حجر اسود کے استلام کی غرض سے ایک دوسرے کے لئے باعثِ آزار ہونا، آوازیں بلند کرنا، اجتماعی دعائیں پڑھنا، حجر اسود کو بوسہ دینے یا رکن یمانی کے استلام کے چکر میں ایک دوسرے کو ہٹانا اور دھکا دینا یہ سب عبادت کی روح

کے منافی اور طواف جو صلاۃ کے قائم مقام ہے اس کے معارض ہے اسی طرح خانہ کعبہ کے در و دیوار، غلاف، مقام ابراہیم اور حرم شریف کی دیواروں اور دروازوں سے تبرک کے حصول کی خاطر انہیں چھونا، بوسہ دینا حالانکہ یہ سراسر خلاف شرع اور حج جو توحید باری تعالیٰ کا حسین مظہر ہے اس کے یکسر خلاف ہے، ایسے ہی بعض حجاج ہر ہر شوط (چکّر) کی مخصوص دعاؤں کے پڑھنے کا انفرادی یا اجتماعی انداز میں التزام کرتے ہیں جبکہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ’’**ربنا آتنا في الدنيا حسنة.....**‘‘ کے استحباب کے سوا کسی خصوصی ذکر اور دعا کا ثبوت نہیں ہے۔

- صفا مروہ کے مابین سعی کے درمیان سرزد ہونے والی لغزشوں میں سے طواف کی طرح یہاں پر بھی ہر شوط (چکّر) کے لیے انفرادی واجتماعی انداز میں مخصوص دعاؤں کا التزام کرنا ہے، اسی طرح طواف قدوم کی سنتوں میں سے ایک سنت اضطباع (دائیں کاندھے کے نیچے سے چادر کو نکال کر بائیں کاندھے پر رکھنا) کی ہے لہٰذا حالت سعی میں اس سے بچنے کے بجائے ساتوں چکروں میں اسی پر قائم رہتے ہیں، اسی طرح طواف اور سعی یہ ذکر الٰہی کو بلند کرنے کے لیے ہوتا ہے لیکن بعض حجاج ومعتمرین اس درمیان ویڈیوز بناتے تصویریں اور سیلفیاں لیتے، دیر دیر تک موبائل پر چیٹنگ کرتے جو قطعاً مناسب نہیں ہے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ’’**إنما جعل الطواف بالبيت وبين الصفا والمروة ورمي الجمار، لإقامة ذكر الله عز وجل**‘‘ (سنن ترمذی:918)

’’درحقیقت خانہ کعبہ کا طواف، صفا ومروہ کے مابین سعی، جمرات پر کنکریاں مارنا یہ اللہ کے ذکر کو بلند کرنے کے لیے ہے‘‘۔ اور بعض صفا کے بجائے مروہ سے سعی کا آغاز کرتے جبکہ بعض اپنی جہالت کی بنیاد پر صفا سے مروہ اور پھر مروہ سے صفا کو ایک شوط شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ دو شوط ہو گئے ہیں۔

- میدان عرفات میں سرزد ہونے والی غلطیوں میں سے بڑی غلطی اس اہم دن میں اپنے طور پر ایک پہاڑ کا نام جبل رحمت رکھ کر اس پر چڑھنا یا مسجد نمرہ میں جگہ حاصل کرنے کی بے تابیاں ہیں حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: ’’میں نے یہاں پر وقوف کیا ہے جبکہ پورا میدان عرفات وقوف کرنے کی جگہ ہے‘‘ جبکہ اس سنت کی خلاف ورزی سے بہت زحمت ہوتی ہے، بدخلقی اور بدگوئی ہوتی اور ایک دوسرے کی ایذاء رسانی ہوتی ہے، اسی طرح مسجد نمرہ کا ایک حصہ جسے بطن عرنہ کہتے ہیں جو میدان عرفات سے خارج ہے اس میں پورے دن کو گزار دینا جبکہ اگر کوئی صرف اسی جگہ رہا اور سرے سے حدود عرفات میں نہیں داخل ہوا تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا، اسی طرح غروب شمس تک تمام حجاج کو میدان عرفات میں باقی رہنا واجب چنانچہ بعض جلد باز قسم کے لوگ اپنی گاڑیوں کو جلد بھیڑ بھاڑ سے محفوظ کرنے کے لیے پہلے نکل جاتے ہیں جو درست نہیں ہے۔

- مزدلفہ میں حجاج سے سرزد ہونے والی غلطیوں میں سے ایک غلطی مزدلفہ پہنچ کر وہاں سے کنکریاں اکٹھا کرنا شروع کرتے ہیں جبکہ وہاں اکٹھا کرنا مشروط نہیں ہے کہیں سے بھی تلاش کر سکتے ہیں اسی طرح بعض مزدلفہ کی رات زیادہ سے زیادہ نوافل کا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ نبی ﷺ مزدلفہ میں رات

بھر آرام فرماتے تھے کیونکہ گزشتہ دن بھی محنت طلب گزرا تھا اور آئندہ دس ذوالحجۃ کو بھی مزدلفہ سے فی اور مسجد حرام تک جانا اور واپس منی آکر منی میں رات گزارنا ہے، اس درمیان چار کام رمی، قربانی، حلق یا تقصیر اور طواف وسعی کرنا ہے جس کے لیے آرام کرنا تقویت کا باعث ہے، اسی طرح بعض مزدلفہ میں مبیت کئے بغیر ہی گزر جاتے ہیں جبکہ مبیت (رات گزارے) مزدلفہ واجب ہے اللہ کے نبی ﷺ نے سودہ رضی اللہ عنہا اور بزرگوں ومعذور افراد کو جو رخصت دی تھی وہ بھی کہ رات کا کچھ حصہ گزار کر جائیں تاکہ صبح کی بھیڑ بھاڑ سے محفوظ رہیں۔

- یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ میں حاجیوں سے سرزد ہونے والی غلطیوں میں سے بڑی غلطی اس دن کے اعمال یعنی رمی، نحر، حلق اور طواف میں ترتیب کو واجب سمجھنا حالانکہ آسانی کے پیش نظر آپ نے اسے مسنون قرار دیا اور تقدیم وتاخیر میں کسی قسم کے حرج کی بات نہیں کہی ہے، اسی طرح اس دن کی غلطیوں میں کنکریوں کو دھونا، خوشبوؤں میں بسانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ ہم حقیقی شیطان کو کنکریاں مار رہے ہیں جبکہ یہ ذکر الٰہی کو بلند کرنے اور ابلیس لعین کو ذلیل وخوار کرنے کے مقصد سے مشروع قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح بھیڑ بھاڑ کی جگہوں جیسے جمرات، مطاف اور مسعی میں بزرگوں، خواتین اور ہر طبقہ کے لوگوں کو ہمہ وقت حاضر ہو کر بھیڑ میں اضافہ کرنا جبکہ معذور لوگوں کے لیے ایسے اوقات کا انتخاب کرنا چاہیے جس وقت ازدحام کم ہو جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ اختیار فرماتے تھے۔ ایسے بعض آرام پسندوں کا اپنی جگہ پر بلا عذر شرعی کسی کو رمی جمرات کے لیے وکیل بنانا حالانکہ یہ شعائر اسلام میں سے جس کی تعظیم تقوی کی علامت ہے "**ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب**"۔

- ایام تشریق کی غلطیوں میں سے بڑی غلطی یہ ہے کہ حاجیوں کے لیے رات کا اکثر حصہ منی میں گزارنا واجب ہے لیکن بہت سارے لوگ مکہ جا کر اپنے ہوٹلوں میں رات گزارتے ہیں جو درست نہیں ہے اور بہت سارے لوگ لہو لعب، ایک دوسرے پر لعن طعن، سب وشتم، افترپردازی کے ذریعہ حج کو برباد اور لایعنی کاموں میں وقت ضائع کرتے ہیں حالانکہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایام تشریق کو خورد ونوش اور اللہ کے ذکر واذکار کا دن قرار دیا ہے۔

- سفر حج میں لوگ زیادہ ثواب کے حصول کے لیے بکثرت مسجد تنعیم سے جا کر نفلی عمرہ کا احرام باندھتے ہیں حالانکہ نبی ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو حیض کی وجہ سے عمرہ نہیں کر سکی تھیں تو اللہ کے نبی ﷺ نے ان کے بھائی عبدالرحمن کے ساتھ تنعیم احرام کے لیے بھیجا تھا جبکہ خود عبدالرحمن نے عمرہ کی نیت وہاں جا کر نہیں یہ دلیل اس قسم کی ناگزیر صورت میں اجازت ہے ورنہ مکہ میں موجود لوگوں کے لیے طواف کافی ہے۔

یہ اور اس قسم کی اور بھی غلطیاں حجاج ومعتمرین سے سرزد ہوتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر انہی چند غلطیوں کے تذکرہ پر اکتفا کیا گیا ہے تاکہ حجاج کرام ان سے بچ کر حتی الامکان اپنے حج کو بہتر سے بہتر بنا سکیں۔ اللہ ہمیں ان ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔

* * *

ردّ شبہات

قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسکے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ

شیخ مختار احمد محمدی مدنی (داعی ومبلغ دعوہ سنٹر، الجبیل، سعودی عرب)

جب قبروں پر مساجد بنانے سے روکا جاتا ہے تو قبروں کے پجاریوں کے ذہن میں فورا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سامنے آجاتی ہے، کہ اگر قبر پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے تو مسجد نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کیوں ہے؟ پھر اگر یہ ناجائز ہے تو سعودی عرب کی وہابی حکومت اسے کیوں نہیں گرادیتی ؟ گرچہ یہ ساری باتیں جہالت ونادانی اور تاریخ سے عدم واقفیت کی دلیل ہیں پھر بھی اس مسئلہ پر آنے والی سطروں میں تفصیل سے بات رکھی گئی ہے تاکہ کسی قبر پرست کے لئے کوئی شبہہ کوئی سند باقی نہ رہے۔

ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲ ہجری بروز سوموار جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے، بات چل ہی رہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ بات سنی ہے جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالی نبی کی روح اسی جگہ قبض کرتا ہے جہاں اسے دفن کرنا پسند ہوتا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر ہی میں دفن کرو''۔ (سنن ترمذی، کتاب الجنائز رقم حدیث ۱۰۱۸ دیکھئے صحیح سنن ترمذی للامام الالبانی)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات میری گود میں ہوئی اور میرے گھر میں انہیں دفن کیا گیا''۔ (صحیح بخاری، حدیث رقم ۱۳۸۹)

موطا امام مالک میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ ان کی گود میں تین چاند گرے ہیں، اس خواب کو اپنے والد محترم صدیق کائنات ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپ کو حجرہ عائشہ میں دفن کردیا گیا، تو فرمایا یہ تینوں چاند میں سے ایک ہیں جو تینوں میں سب سے افضل وبہتر ہیں۔ دوسرے چاند خود ابوبکر صدیق تھے اور تیسرے چاند عمر فاروق تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین مسجد میں نہیں بلکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہوئی، اور اس امر میں کسی بھی عالم دین کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور باقی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے کمرے مسجد نبوی کے مشرق میں قبلہ کی طرف مسجد سے باہر تھے، ان کے کمرے اور مسجد کے درمیان ایک دیوار کا فاصلہ تھا جس میں دروازہ بھی تھا اسی دروازہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد جایا کرتے تھے۔ (دیکھئے الجواب الباہر ص ۱۶۴)

امام ومحدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سنت یہ ہے کہ میت کو قبرستان میں دفن کیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تواتر سے یہ ثابت ہے کہ آپ مُردوں کو بقیع میں دفن کرتے تھے، سلف میں سے کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ انہیں قبرستان کے علاوہ کسی دوسری

جگہ دفن کیا گیا ہو، البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تواتر سے ثابت ہے کہ انہیں ان کے گھر میں دفن کیا گیا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے"۔ اس کے بعد آں موصوف رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابق حدیث بیان کی۔

معلوم یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں دفن ہی نہیں کئے گئے بلکہ اپنے گھر میں دفن کئے گئے تھے، غالبا اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ کی قبر نمایاں نہ ہو جس سے جاہل عوام فتنہ میں پڑ جائیں اور پھر آپ کی قبر کی پوجا پاٹ شروع کر دیں، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں دعا فرمائی تھی: اے اللہ تو میری قبر کو وثن نہ بننے دینا اس قوم پر اللہ کا سخت غضب نازل ہو جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا ڈالا۔

اللہ رب العالمین نے آپ کی دعا قبول فرمائی، اور کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر وثن نہ بنی، جس طرح لوگوں نے دیگر قبروں کو وثن اور عبادت گاہ بنا لیا، الحمد للہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر محفوظ رہی، نہ وہاں آج تک کسی نے سجدہ کیا اور نہ ہی ان شاء اللہ کر سکتا ہے، اور نہ ہی آپ کی قبر کا کبھی طواف ہوا، اور نہ ہی آپ کی قبر پر صلاۃ پڑھی گئی، آج جاہل وقبر پرست مسلمان جو بھی مسجد نبوی میں جا کر کرتے ہیں وہ آپ کی قبر کے پاس نہیں ہوتا ہے، وہ قبر سے باہر ہوتا ہے، آپ کی قبر تو دیکھی بھی نہیں جا سکتی اور نہ ہی وہاں تک کسی کی رسائی ہو سکتی ہے چہ جائیکہ وہاں کسی کو کچھ کرنے کا موقع ملے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں نہیں بلکہ حجرہ عائشہ میں دفن کئے گئے تھے جو مسجد سے باہر تھا، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کس طرح اور کب مسجد کے احاطہ میں شامل ہوئی اس حقیقت کو جاننے کے لئے مسجد نبوی کی توسیعات پر طائرانہ نظر ڈالنا ضروری ہے۔

خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی تو آپ نے مسجد کی توسیع کی ضروت محسوس کی، جس کے لئے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور عباس رضی اللہ عنہ کے کمروں کو چھوڑ کر آس پاس کے دیگر کمروں کو خرید کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز تعمیر پر مسجد کی توسیع کر دی، امہات المؤمنین کے کمروں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی طرف توسیع کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ (دیکھئے الطبقات لابن سعد ۱۵/۴، تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد ص ۶۵)

چونکہ مسجد نبوی کے مشرق میں امہات المؤمنین کے حجروں کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر تھی جس کی وجہ سے توسیع کی گنجائش نہیں تھی، جب تیسرے خلیفہ راشد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آتا ہے تو انہوں نے بھی مسجد کی خوب توسیع کی، البتہ جس طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر تھی ادھر انہوں نے کوئی توسیع نہیں کی۔ (دیکھئے صحیح بخاری حدیث رقم ۴۴۵)

معلوم ہوا کہ دونوں خلیفہ راشد رضی اللہ عنہما نے مسجد نبوی کی توسیع تو کی البتہ امہات المؤمنین کے حجروں کو مسجد میں داخل کرنے سے احتراز کیا، مسجد اسی حالت پر باقی رہی، جب ولید بن عبد الملک کی خلافت کا دور آتا ہے تو وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے فقہاء وعلماء کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر حجرہ عائشہ نیز باقی امہات المؤمنین کے حجروں کو مسجد میں شامل کر دیا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عائشہ اور دوسری امہات المؤمنین کے حجرے مسجد کے مشرق میں تھے، ولید کے زمانہ خلافت میں مسجد کی توسیع ہوئی، مسجدوں کی توسیع اس کا محبوب عمل تھا، اسی نے مسجد حرام، مسجد دمشق اور دیگر مسجدوں کی توسیع کی،

اس نے مدینہ کے والی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو ان لوگوں سے کمرے خریدنے کا حکم صادر فرمایا جنہیں امہات المؤمنین سے وراثت میں ملے تھے اور پھر انہیں مسجد میں اضافہ کا حکم دیا، اسی دن سے حجرے مسجد میں شامل ہوئے اور یہ اس وقت ہوا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اکثر کی وفات ہوگئی تھی، ابن عمر، ابن عباس، ابوسعید الخذری اور عائشہ رضی اللہ عنہا جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی وفات ہوچکی تھی، مدینہ میں کوئی صحابی باقی نہ تھا، مشہور تابعی سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا۔ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر)

اس کے بعد امام موصوف فرماتے ہیں: ''ولید اپنے باپ عبدالملک کی وفات کے بعد اسّی (۸۰) ہجری کی دہائی میں خلیفہ بنے، اس وقت مدینہ میں تمام صحابہ کرام کی وفات ہوگئی تھی، آخری صحابی جن کی مدینہ میں وفات ہوئی وہ جابر بن عبداللہ ہیں جو سنہ ۷۸ھ میں مدینہ میں وفات پائے، اور حجروں کو مسجد میں داخل کرنے کا سانحہ ان کی وفات کے دس سال بعد پیش آیا، دوسرے شہروں میں گنے چنے چند صحابہ کرام بقید حیات تھے، بطور مثال انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ میں تھے ان کی وفات ولید کی خلافت میں ۹۰/ہجری کے بعد ہوئی''۔ (الجواب الباہر ص ۲۸۴ وما بعدہ باختصار)

امام ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حجرۃ عائشہ کو ولید بن عبدالملک کی خلافت میں مسجد نبوی میں شامل کیا گیا، اس وقت مدینہ میں کوئی صحابی باقی نہ تھا، آخری صحابی جن کی مدینہ میں وفات ہوئی وہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو عبدالملک بن مروان کے دور خلافت ہی میں سنہ ۷۸/ہجری میں وفات پاگئے تھے۔ جبکہ ولید سنہ ۸۶/ہجری میں خلیفہ بنے اور ۹۶/ہجری میں وفات پائی، اور حجروں کو مسجد نبوی میں داخل کرنے کا عمل اس کے درمیان کا ہے''۔ (الصارم المنکی ص ۱۳۶)

تعیین کے ساتھ یہ واقعہ سنہ ۸۸/سے لے کر سنہ ۹۱/ہجری کا ہے یعنی اس توسیع پر تین سال صرف ہوئے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں مدینہ منورہ کے والی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے جو بعد میں خلیفۃ المسلمین بنے، وہ بڑے عادل وزاہد اور نیک خلیفہ گزرے ہیں، وہ خود ایک عالم دین تھے اور علماء کی حد سے زیادہ قدر اور تکریم کرتے تھے، جب ان کے پاس خلیفہ ولید بن عبدالملک کا فرمان پہنچا جس میں مسجد نبوی کو تینوں طرف مشرق مغرب اور شمال سے دوسو گز لمبی اور دوسو گز چوڑی توسیع کرنے کا حکم تھا، جس کی تکمیل میں امہات المؤمنین کے حجرے درمیان میں آتے تھے اس لئے انہیں بھی منہدم کر کے مسجد میں شامل کرنے کا حکم دیا، اس کا خیال تھا کہ اگر ایک طرف مسجد کی توسیع کر دی جاتی ہے تو منبر اور محراب درمیان میں نہیں ہوں گے اس لئے اس نے تینوں طرف سے توسیع کا حکم دیا حالانکہ یہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کی کم علمی تھی، منبر ومحراب کا مسجد کے وسط میں رہنا ضروری نہیں ہے، چونکہ معاملہ بڑا احساس اور خالص شرعی تھا اس لئے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مدینہ کے علماء سے مشورہ طلب کرنا ضروری سمجھا اس وقت مدینہ میں دس فقہاء کافی مشہور تھے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں سعید بن المسیب، اَبوسلمہ بن عبد الرحمن، قاسم، سالم، عروۃ بن الزبیر، سلیمان بن یسار، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ، قتیبۃ بن ذویب، اَبان بن عثمان، اور خارجہ بن زید بن ثابت رحمھم اللہ جمیعاً، والی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان فقہاء وعلماء کو طلب کیا اور خلیفہ وقت ولید کا فرمان پڑھ کر سنایا، سننے کے

بعد ہر ایک نے اس بات کی مخالفت کی اور ازواج مطہرات کے حجروں کو اسی حالت پر رہنے دینے کا مشورہ دیا، فقہاء مدینہ کی اس متفقہ رائے سے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے خلیفہ ولید بن عبد الملک رحمہ اللہ کو آگاہ کیا، اس کے باوجود اس نے مسجد کے انہدام کا حکم صادر فرمایا، جس کو نافذ کرنے کے علاوہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا اور پھر چارو ناچار حجرے مسجد کے احاطے میں شامل ہوگئے۔ (دیکھئے البدایۃ والنہایۃ ۲۱/ ۱۳۴ ومابعدہ)

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل بدعت کی طرف سے جو یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ ولید بن عبد الملک پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا سراسر جھوٹ پر مبنی ہے، جب اس وقت صحابہ کرام موجود ہی نہیں تھے، تو پھر انکار کون کرتا، البتہ تابعین کرام کی ایک جماعت موجود تھی اور انہوں نے صاف انکار کیا تھا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ولید نے جو کچھ کیا اس کے عدم جواز پر تابعین نے کلام کیا بالخصوص سعید بن المسیب، جو اس وقت تابعین میں سب سے جلیل القدر تھے، امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا، تابعین میں سب سے افضل کون ہیں، جواب دیا سعید بن المسیب، پھر جب ان سے کہا گیا علقمہ اور اسود کیا کم ہیں؟ فرمایا: سعید بن المسیب، یہ دونوں تو ان سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ (الجواب الباہر ۲۸۷-۲۸۶)

یہ بات یقینی طور پر ناقابل یقین ہے کہ تابعین نے اس کا انکار نہیں کیا بالخصوص سعید بن المسیب رحمہ اللہ تو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں جس میں مسجد کو قبر بنانے سے سختی کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے، تو پھر کیونکر وہ انکار نہ کرتے جب کہ ان کی جرأت وحق گوئی مشہور ومعروف ہے، اور پھر اگر تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر ہی لیا جائے کہ کسی کی طرف سے انکار نہیں کیا گیا تو اس سے بھی جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ عمل نبی کریم ﷺ کی واضح اور صریح وصحیح احادیث کے سراسر خلاف ہے جس میں قبر کو مسجد بنانے سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا ہمارے لئے دلیل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہے، کسی کا انکار کرنا یا نہ کرنا یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، اصل دلیل تو کتاب اللہ وسنت صحیحہ ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ولید نے نبی کریم ﷺ کی احادیث صحیحہ کے خلاف قبر کو مسجد میں داخل تو کر دیا البتہ اس کے لئے کچھ اس نے تدابیر اختیار کیں تاکہ دوران صلاۃ قبر رسول ﷺ سامنے نہ پڑے، اس کے لئے اس نے قبر پر ایک اونچی اور گول دیوار اس کے بعد ایک مثلث پھر ایک اور دیوار قائم کی تاکہ صلاۃ پڑھنے والے کے سامنے قبر رسول ﷺ نہ ہو، حالانکہ میرے ناقص علم کے مطابق ان تدابیر واحتیاطات کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہوا کیونکہ یہ ساری دیواریں احادیث رسول ﷺ کو مسمار کرکے قائم کی گئیں، ان احتیاطات سے اس کا عمل کبھی بھی جائز نہیں ہوسکتا، اس نے جو کچھ کیا وہ نبی کریم ﷺ کی واضح وروشن تعلیمات کے سراسر خلاف تھا۔ اللہ اسے معاف فرمائے اور جنت نصیب فرمائے آمین!

امام ابن باز رحمہ اللہ نے بھی اس عمل کو غلط قرار دیا ہے، آں موصوف ایسی مسجد جس میں قبر ہو اس میں صلاۃ پڑھنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فتوی دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **(لما وسعه الوليد بن عبد الملك أمير المؤمنين في زمانه على رأس المائة الأولى من الهجرة، وأدخل الحجر، حجر النبي ﷺ في المسجد، دخلت حجرة عائشة**

من ضمنها وكان علماء وقته قد نصحوه بأن لايدخله، ولكنه رأى أن إدخاله لايضر لأنه مدفون في بيته والتوسعة تدعو الى ذلک، وقد أساء في هذا يعفو الله عنا وعنه وعن كل مسلم، فالمقصود أنه ﷺ دفن في بيته وليس في المسجد وانما البيت أدخل في المسجد فهو الآن في بيته لا في المسجد ولايجوز أن يقتدى بذلک فيقول ندفن فى المسجد لأن قبر النبي ﷺ في المسجد، لا، قبر النبي ﷺ في بيته في بيته، ولكن أدخلت الحجرة برمتها في المسجد من أجل التوسعة، فالواجب على المسلمين أن يحذروا الدفن في المساجد وأن يمتثلوا أمر الرسول ﷺ في النهي عن ذلک، يقول ﷺ ”لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد، فالمساجد لايدفن فيها)(موقع الشیخ ابن باز رحمہ اللہ)۔

ترجمہ: ”جب پہلی صدی ہجری میں اپنے وقت کے امیر المؤمنین ولید بن عبدالملک نے مسجد (نبوی) کی توسیع کی تو حجرہ عائشہ سمیت نبی کریم ﷺ کے سارے حجروں کو مسجد میں داخل کردیا، علماء وقت نے اس سے منع کیا، لیکن اس کا خیال یہ تھا کہ چونکہ نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ میں مدفون کئے گئے ہیں نیز اس کے بغیر توسیع نامکمل رہے گی، بہرکیف اس نے غلط کیا اللہ ہمیں، اسے اور سارے مسلمانوں کو معاف فرمائے، مقصود کلام یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے حجرے میں مدفون ہیں نہ کہ مسجد میں، کیونکہ آپ کا حجرہ بعد میں مسجد میں داخل کیا گیا لہٰذا آج بھی آپ ﷺ اپنے حجرے ہی میں آرام فرما ہیں نہ کہ مسجد میں، اس عمل کی اقتداء جائز نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ آپ ﷺ مسجد میں مدفون ہیں لہٰذا ہم بھی اپنے مردوں کو مسجد میں دفن کریں گے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مسجد میں نہیں ہے، آپ اپنے حجرے میں مدفون ہیں، آپ اپنے حجرے میں مدفون ہیں، آپ کا حجرہ توسیع کے سبب مسجد میں داخل کیا گیا، لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے مردوں کو مسجدوں میں دفن کرنے سے پرہیز کریں، ان کو چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کے اس قول کی پیروی کریں، جس میں آپ ﷺ نے مسجدوں کو قبرستان بنانے سے منع کیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”یہود ونصاری پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا ڈالا“ مساجد دفن کے لئے نہیں ہیں“۔

اب رہا یہ سوال کہ جب اس طرف توسیع ہوگئی تو اس جانب صلاۃ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ الحمدللہ آج مسجد نبوی بجد وسیع وعریض ہے، وہاں صلاۃ پڑھنا کوئی مجبوری نہیں ہے، اس لئے ایک موحد ومتبع سنت کو کسی دوسری جانب صلاۃ ادا کرنا چاہئے، یہی زیادہ بہتر اور افضل ہے، اور یہ عام مشاہدہ بھی ہے کہ اس جانب وہی لوگ صلاۃ پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں جو سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج پر نہیں ہوتے یا ان کے عقیدہ ومنہج میں کوئی نہ کوئی خلل ضرور ہوتا ہے، خالص متبع سنت اس طرف صلاۃ پڑھنے سے گریز کرتے ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ کے دور طالبعلمی کا یہ میرا مشاہدہ ہے، کہ خالص متبع سنت کبھی وہاں صلاۃ نہیں پڑھتے، لیکن باوجودیکہ اس جانب صلاۃ پڑھنے سے احتراز زیادہ بہتر ہے، پھر بھی اگر کوئی وہاں صلاۃ پڑھتا ہے تو ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں ہے، وہاں صلاۃ پڑھنے کا وہی اجر ہے جو مسجد نبوی کے باقی حصہ کا ہے۔ واللہ اعلم۔

* * *

دفاعِ حرمین

حرمتِ حرمین اور ہماری ذمہ داریاں

شیخ پرویز عالم عطاء اللہ مدنی (استاذ کلیہ عائشہ للبنات گوونڈی ممبئی)

اللہ تعالی نے اپنی مخلوقات کو درجہ بندیوں میں تقسیم فرمایا کر اپنے فضل سے جسے چاہا اپنا بنایا، اور ہمیں نصوص کی روشنی میں فضیلتوں کو جاننے اور ان سے متعلقہ مشروع عبادات کی تعمیل پر پابند کیا، یہ حقیقت میں مسلمان کیلئے فضیلتوں والے اعمال بجا لانے اور بلند درجات پر فائز ہونے کیلیے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب ہے، مخلوق میں درجہ بندی کا معیار تقوی اور بندگی پر ہے، ہم جنس افراد کی درجہ بندی بہت زیادہ متفاوت بھی ہوسکتی ہے جیسے کہ آپ ﷺ نے دو آدمیوں کے متعلق فرمایا: ’’یہ شخص اُس شخص جیسے زمین بھر افراد سے بھی بہتر ہے‘‘۔ (بخاری)

زمین کے درجے بھی اسی طرح ہیں، چنانچہ اللہ تعالی کے ہاں محبوب ترین مقام عبادت کے مقام ہیں، آپ ﷺ کا فرمان ہے: ’’اللہ تعالی کے ہاں محبوب ترین جگہیں مساجد ہیں‘‘۔ (مسلم)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان جگہوں پر عبادات اور اذکار کیئے جاتے ہیں، مومن جمع ہوتے ہیں، اور شعائرِ دین پر عمل ہوتا ہے۔

ان مساجد میں معزز اور محترم ترین مسجد؛ مسجد الحرام ہے، یہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد اور لوگوں کیلئے مینارِ ہدایت ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيۡتٖ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكٗا وَهُدٗى لِّلۡعَٰلَمِينَ﴾ [آل عمران:۹۶]

’’بیشک لوگوں کیلئے مکہ میں بنایا گیا پہلا گھر بابرکت اور جہانوں کیلئے باعثِ ہدایت ہے‘‘۔

چنانچہ اللہ تعالی نے اس مسجد کا حج اور طواف واجب کیا اور اسے مومنوں کا قبلہ قرار دیا، یہاں ایک نماز دیگر مساجد کی نمازوں سے ایک لاکھ گنا بہتر ہے۔

دوسری افضل ترین مسجد آپ ﷺ کی مسجد ہے، مسجد نبوی کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقوی پر رکھی گئی:

’’میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد الحرام کے علاوہ دیگر مساجد کی نمازوں سے ہزار گنا بہتر ہے‘‘۔ (متفق علیہ)

محترم قارئین!

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالی نے حرمین شریفین کو پوری دنیا پر دین، برکت، رحمت، ہدایت اور ہر لحاظ سے فضیلت بخشی ہے لہٰذا ایک مسلمان ہونے کی وجہ سے حرمین شریفین کی حرمت وعظمت کے تئیں ہماری کچھ ذمہ داریاں بنتی ہیں کہ جن کا پاس ولحاظ نہایت ناگزیر ہے، ذیل کے سطور میں بعض امور افادہ عامہ کی غرض سے

حوالہ قارئین کی جارہی ہیں:

حرمین شریفین کی عظمت کا اعتراف:

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ مملکت سعودی عرب حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) کے تقدس اور ان کی حرمت کے تحفظ اور ان میں امن و امان کی بحالی پر جس قدر توجہ دیتی ہے اور اس کے لئے جو خدمات پیش کرتی ہے وہ نہایت ہی عظیم ہیں اور وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ اس ترقیاتی اور ٹیکنالوجی کے دور میں ہر کوئی جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے سعودی عرب کی عظیم خدمات اور اس کے مثالی کارناموں سے بآسانی واقفیت حاصل کرسکتا ہے۔ حرمین شریفین کی عظمت اور اس کی شوکت کے تئیں سعودی حکومت اپنے قیام کے اول دن سے ہی مکمل طور سے سنجیدہ ہے اور اس میں وہ کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے لئے سعودی عرب نے جو عظیم الشان کام کیا ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے اور دیکھنے والوں کے لئے صاف و شفاف آئینہ کی مانند ہے۔ اور اس میں کوئی حیرت اور تعجب کی بھی بات نہیں ہے، کیونکہ سعودی عرب مملکت توحید وسنت ہے، یہاں کا دستور وقانون اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے، یہاں دینی و اسلامی شعائر کی تعظیم اور ان کے تقدس کا تحفظ ہے۔ حقیقت یہ ہیکہ سعودی عرب مادی، نسلی یا قومی بنیادوں پر نہیں بلکہ خالص دینی اقدار و روایات کی پاسداری اور دین وشریعت کی سربلندی کی بنیادوں پر قائم ہے، لہذا سعودی حکمرانوں کے ان عظیم الشان خدمات کا اعتراف نیز حرمین شریفین جیسے مقدس ترین مقامات کے محفوظ رہنے کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کرنا، ہماری ملی ودینی ذمہ داری ہے، اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں مکہ مکرمہ کو ام القری یعنی بستیوں کی ماں قرار دیا ہے چنانچہ مکہ اور مدینہ کی بقا اور تحفظ نیز ان کی حرمت کا پاس ولحاظ تمام بلاد اسلامیہ سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔

حرمت حرمین کا پاس ولحاظ:

زیارت حرمین شریفین کی خواہش ہر مؤمن کے دل میں انگڑائی لیتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ دونوں مسلمانوں کی دلوں میں بستے ہیں، ایک مسلمانوں کا قبلہ ہے تو دوسرا دعوت دین کا منبع، چنانچہ یہی وجہ ہیکہ ان مساجد کی زیارت کا مقصد نبی کریم ﷺ نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا: بے شک مساجد اللہ کا ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں۔ (مسلم)

نیز حرمین شریفین کی زیارت کے وقت، مناسک حج کی ادائیگی کے وقت ان کی حرمت کا پاس ولحاظ رکھنا رب کریم نے تقوی کا سبب گردانا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يُعَظِّمۡ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقۡوَى ٱلۡقُلُوبِ﴾ [الحج:۳۲] ”اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔“

﴿وَمَن يُعَظِّمۡ حُرُمَـٰتِ ٱللَّهِ فَهُوَ خَيۡرٞ لَّهُۥ عِندَ رَبِّهِۦۗ﴾ [الحج:۳۰] ”اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے گا تو یہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔“

تقویٰ سے بہتر کوئی سامانِ سفر نہیں اور تقویٰ کے معنی رب کی نافرمانیوں سے اجتناب ہے۔ معاصی سے دور رہنا ہے، محرمات سے ہر صورت اجتناب کرنا ہے۔ اعمالِ حج کی انجام دہی کے دوران منہیات وممنوعات سے بچنا اور اُن کا ارتکاب نہ کرنا ہی حج کو حج مبرور بناتا ہے۔ یہ موقع انسان کے اندرونی جذبات اور بیرونی مظاہرات کے امتحان کا موقع ہے۔ تقویٰ اس امتحان میں کھل جاتا ہے۔ حرماتِ الٰہی کی تعظیم کو ایمان وعمل کا حصہ بنا کر اعمالِ حج انجام دینا مطلوب ومحمود ہے۔

حرمات اللہ کیا ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ، لَا يُعْضَدُ شَوْكَهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهُ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا“. (بخاری)

’’اس شہر مکہ کی حرمت کو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے، اس کے درختوں سے کانٹا تک نہیں توڑا جا سکتا، اس کے حدود میں موجود شکار کا جانور بھگایا نہیں جا سکتا، اُس کے حدود میں گری پڑی چیز کو وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو اُس کے مالک کو جانتا ہو‘‘۔

رسول کریم ﷺ نے اسی طرح کے الفاظ مدینہ کے بارے میں فرمائے کہ مدینہ عیر سے ثور تک حرم ہے، اس کے درختوں کو کاٹا نہیں جا سکتا، یہاں کوئی فساد برپا نہیں کیا جا سکتا، جو شخص بھی یہاں کوئی فساد انگیزی کرے گا وہ اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق ہوگا۔‘‘ (بخاری)

حرماتِ الٰہیہ کی تعظیم مومن کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ مسافرِ حج جب کعبہ کی حرمت کو تصور میں لاتا ہے تو اُس کے مسلمان بھائی کی حرمت فوراً اس کے حیطۂ خیال میں ابھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ اُسے یاد آ جاتا ہے کہ مسلمان کی عزت وآبرو اور اس کا خون اور مال سب محرماتِ الٰہی ہیں۔

اسی طرح ایک زائر شہر مصطفی ﷺ جب مسجد نبوی کی حرمت کو تصور میں لاتا ہے تو اسے فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وہ بات جو انہوں نے طائف کے دو باشندوں کو محو گفتگو دیکھ کر کہی تھی کہ تم دونوں مدینے کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہاری اچھی طرح گوش مالی کر دیتا۔ (بخاری)

یعنی تم مسجد نبوی میں ہو کر شور وغوغہ کر رہے ہو، تمہیں مسجد نبوی کی حرمت کا پاس ولحاظ نہیں ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ایک مسلمان جب حرمین شریفین کی زیارت کے لئے جائے تو آداب زیارت حرمین شریفین ملحوظ خاطر رکھے، جب ان میں موجود رہے تو نماز، اللہ کا ذکر واذکار و دیگر اعمال صالحہ بجا لائے، انہی اعمال کو انجام دے جو سنت سے ثابت ہیں، انہی مقامات کی زیارت کرے کہ جن کی زیارت مشروع ہے، مکہ میں قیام کے دوران وہاں شکار کرنے، گھاس توڑنے سے اجتناب کرے، مدینہ میں رہے تو مسنون ومشروع مقامات ہی کی زیارت کرے، سنت کی مخالفت سے احتراز کرے۔

تصویر کشی سے اجتناب:

حرم مکی کی اہمیت سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ خود اللہ ربّ العالمین نے اپنی مقدس اور آخری کتاب قرآن حکیم میں شہر مکہ کی

قسمیں کھائی ہیں، اور رہتی دنیا تک اس کی عزت، عظمت وحرمت کو باقی رکھنے کی ذمہ داری لی ہے نیز مسلمانانِ عالم کو اسے ہمیشہ کیلئے قابلِ احترام اور توجہ کا مرکز اور جائے اَمن قرار دیا ہے، لیکن افسوس آج مسلمان اس کی اہمیت کو کھو رہا ہے، آج ایک عازم حج وعمرہ یا زائر شہر مدینہ طیبہ احترام کے دائرے سے آزاد ہو کر حرمت زمان ومکان کے باوجود جابجا تصویر کشی میں مگن ہو کر اپنی تصاویر بھی مُقدس مقامات کے ساتھ اُتارنے لگے ہیں اور اب مزید ستم بالائے ستم یہ ہے کہ عوام تو عوام خواص بھی اس لعنت میں گرفتار نظر آتے ہیں جبکہ اسلام میں تصویر کشی وتصویر سازی حرام ہے۔ علماء نے بدرجہ مجبوری اس کو جائز قرار دیا ہے۔ یعنی پاسپورٹ اور دیگر ضروری دستاویزات کے لیے تصویر کھنچوائی جا سکتی ہے مگر بلا کسی عذر حرمین کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے عازمین حج وعمرہ سیلفی لیتے اور ویڈیو بناتے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کو باز آنے کی ضرورت ہے۔

سوشل میڈیا پر حرمین کا دفاع:

آج سوشل میڈیا کا دور ہے، یہ ہر کس وناکس کا میدان ہے، سوشل میڈیا کی بے لگام پھلتی پھولتی صورت حال، اور عالمی منظر نامے میں سماجی اور دیگر تبدیلیوں نے پوری دنیا کو خطرناک سماجی صورتِ حال سے دوچار کر دیا ہے، اور وہ ہے افواہیں پھیلانا، جن کے ذریعے معاشرے میں انفرادی یا اجتماعی طور پر بغیر کسی ثبوت، دلیل اور تصدیق کے بے بنیاد خبروں کو عام کیا جاتا ہے، مزید برآں کہ ان افواہوں کو شکوک وشبہات سے بھرپور حالات میں پھیلایا جاتا ہے، انہی افواہوں کی وجہ سے قوم، ملک اور معاشروں پر منفی اثرات خوف، شور وغوغہ، اور بے چینی کی صورت میں رونما ہوتے ہیں۔

چنانچہ انہی جھوٹے پروپیگنڈوں اور باطل ایجنڈوں میں سے ایک حرمین شریفین سے متعلق سوشل میڈیا پر جھوٹ اور بہتان پر مبنی باتیں وائرل کرنا ہے جس کے ذریعے حرمین شریفین کے تقدس کی پامالی اور لوگوں کے مابین شکوک وشبہات کی فضا قائم کر کے لوگوں کے چین وسکون کو غارت کرنا ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کے خلاف کہ جنہوں نے جھوٹ اور الزامات کا بازار گرم کیا، غلط اور سراسیمگی سے بھرپور باتیں کیں، ان کے جھوٹ کا پردہ فاش کیا جائے، ان کی منافقت کو طشت از بام کیا جائے، نیز ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر حرمین شریفین کا دفاع کریں، اپنی قلموں کو امن، استحکام، اتحاد، یگانگت کو مستحکم بنانے کیلئے استعمال کریں اور ایسے تمام لوگوں سے ملت اسلامیہ کو باز رکھیں جو فتنے، فساد، افراتفری، ہنگامے اور بیوقوفانہ اقدامات کا باعث بنیں، ہم لوگوں کو اس بات کی دعوت دیں کہ وہ کسی بات کو سننے یا سن کر اس پر بھروسہ کرنے سے پہلے اس کی تصدیق لازمی کر لیں۔

آخر میں اللہ سے دعا ہیکہ مولائے کریم ہمیں حرمت حرمین کے تئیں احساس ذمہ داری کی توفیق عطا فرمائے نیز زیارت حرمین شریفین کے وقت سنت نبوی کے مطابق جملہ اُمور بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

* * *

فضائل ومسائل

قربانی کے احکام ومسائل

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

مطلق طور پر ماہ ذی الحجہ کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سال کے بارہ قمری مہینوں میں سے جو چار مہینے حرمت کے ہیں ان میں سے ایک ذوالحجہ بھی ہے ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اسی وقت سے اللہ کے نزدیک اس کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جن میں سے چار ماہ حرمت واحترام والے ہیں" [توبہ:۳۶].

وہ چار مہینے کون سے ہیں ان کی تعیین کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"**ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ : ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ**" تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم تو مسلسل ہیں اور (چوتھا) رجب ہے جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ان عدۃ الشھور، صحیح مسلم کتاب القسامہ باب تغلیظ تحریم الدماء)۔

معلوم ہوا کہ ذوالحجہ حرمت وفضیلت والا مہینہ ہے لیکن اس کے ابتدائی دس دن جسے عشرہ ذی الحجہ کہا جاتا ہے ان کی اور بھی زیادہ اہمیت وفضیلت ہے۔

اس عشرہ میں دیگر اعمال وافعال انجام دیئے جانے کے ساتھ اسلام کا پانچواں رکن حج ادا کیا جاتا ہے اور دسویں تاریخ یوم النحر کو قربانی جیسا عظیم عمل انجام پاتا ہے۔

قربانی کا معنی:

قربانی عربی زبان کے لفظ ''قربان'' سے ماخوذ ہے کہا جاتا ہے کہ: ''**قرب فلان إلى الله قرباناً**'' فلاں نے اللہ کے لئے قربانی پیش کی۔

عربی میں ''قربان'' کے معنی ہوتے ہیں ''**کل مایتقرب به إلیٰ الله**''، ہر وہ چیز جس سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے خواہ ذبیحہ ہو یا نماز، روزہ ہو یا صدقہ وخیرات، جہاد فی سبیل اللہ ہو یا کوئی اور عبادت کہا جاتا ہے ''**الصلاۃ قربان کل تقی**'' نماز ہر متقی اور پرہیزگار شخص کے لئے اللہ سے تقرب کا وسیلہ ہے، جمعہ کے دن مسجد میں جلدی اور اول وقت میں آنے کی فضیلت اور اجروثواب کے سلسلے میں رسول نے فرمایا: ''**من راح فی الساعة الاولی فکأنما قرب بدنة**'' (صحیح بخاری:۸۸۱)

اس حدیث میں ''قَرَّبَ'' کا جو لفظ وارد ہے اس سے اس کا لغوی معنی یعنی اللہ کے تقرب کے لئے پیش کرنا مراد ہے خواہ وہ ذبیحہ کی شکل میں ہو یا صدقہ کی شکل میں بہر حال عربی میں قربان ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے اور اسی سے اردو میں لفظ ''قربانی'' ماخوذ ہے۔

اور شرعی اصطلاح میں قربانی ''اضحیۃ'' اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ، بکری یا دنبے کو یوم النحر (دس ذی الحجہ) یا ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) میں سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرنے کو کہتے ہیں (قربانی کے احکام ومسائل ص: ۱۴-۱۵ (دکتور فضل الرحمن مدنی رحمہ اللہ)

فضیلتِ قربانی:

ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو یوم النحر ، یوم قربانی اور عید الاضحیٰ کہا جاتا ہے اور اس دن کو قربانی کرنے کی وجہ سے عید قرباں کہا جاتا ہے، اس کو یوم حج اکبر کا نام بھی دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَأَذَٰنٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦٓ إِلَى ٱلنَّاسِ يَوْمَ ٱلْحَجِّ

ٱلۡأَكۡبَرِ أَنَّ ٱللَّهَ بَرِيٓءٞ مِّنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ وَرَسُولُهُۥ﴾ [توبہ: ۳] اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو بڑے حج کے دن صاف اطلاع ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے، اور اس کا رسول بھی۔

اس آیت میں یومِ حج اکبر سے مراد یوم النحر ہے جس کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: **"وَيَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ، وَالْحَجُّ الْأَكْبَرُ الْحَجُّ"** حج اکبر کا دن قربانی کا دن ہے اور حج اکبر حج ہے۔ (سنن ابی داؤد ح: ۱۹٤٦)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں: **"إن يوم الحج الأكبر فهو يوم النحر كما روى الامام ابو جعفر الطبرى عن ابن عمر رضى الله عنه قال: وقف رسول الله ﷺ عند الجمرات فى حجة الوداع فقال: هذا يوم الحج الأكبر"** (مختصر تفسیر ابن کثیر ج: ۲ ص: ۳۱٦)

اسی یوم النحر اور حج اکبر کے دن قربانی جیسی اہم عبادت انجام دی جاتی ہے، قربانی کی بڑی اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر اس کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنۡحَرۡ﴾ [کوثر: ۲] اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

اور اس کی فضیلت کے لئے اتنا کافی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک مدینہ میں موجود رہے قربانی کرتے رہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **"أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي كُلَّ سَنَةٍ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ"** (سنن ترمذی ح: ۱۵۰۷)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے اور قربانی دیتے رہے۔

قربانی کا حکم:

قربانی سنت ابراہیمی ہونے کے ساتھ ہمارے نبی آخر الزماں کی بھی سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر و حضر میں ہر سال اس پر عمل فرمایا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے، جمہور اہل علم کا یہی قول ہے صحابہ وتابعین اور فقہاء ومحدثین کی اکثریت نے بھی اسے سنت قرار دیا ہے۔ سوائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے انہوں نے ہر صاحبِ استطاعت کے لئے قربانی کو واجب قرار دیا ہے۔ جب کہ مشہور محقق علامہ ابنِ حزم نے لکھا ہے کہ: "صحابہ کرام میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے قربانی کو واجب قرار دیا ہو، جبکہ اکثریت سے یہ ثابت ہے کہ یہ غیر واجب ہے، لیکن قربانی کے شرائع دینیہ میں سے ایک اہم عبادت ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (تفصیل: نیل الاوطار جلد: ۳ ص: ۵۱، الفتح الربانی وشرحہ جلد: ۱۳ ص ٦۰-٦۱، مرعاۃ المفاتیح ج: ۳ ص: ۲٤۹-۲۵۱).

کن جانوروں کی قربانی درست ہے:

ان آٹھ قسم کے جانوروں کی قربانی درست ہے جنہیں قرآن میں **"بهيمة الانعام"** کا نام دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِّيَشۡهَدُواْ مَنَٰفِعَ لَهُمۡ وَيَذۡكُرُواْ ٱسۡمَ ٱللَّهِ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡلُومَٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلۡأَنۡعَٰمِ﴾ [حج: ۲۸] اپنے فائدے حاصل کرنے کو آ جائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں۔

"بهيمة الانعام" میں کون سے جانور شامل ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ثَمَٰنِيَةَ أَزۡوَٰجٖۖ مِّنَ ٱلضَّأۡنِ ٱثۡنَيۡنِ وَمِنَ ٱلۡمَعۡزِ ٱثۡنَيۡنِۗ﴾ [انعام: ۱۴۳]، اور آگے والی آیت میں فرمایا: ﴿وَمِنَ ٱلۡإِبِلِ ٱثۡنَيۡنِ وَمِنَ ٱلۡبَقَرِ ٱثۡنَيۡنِۗ﴾ [انعام: ۱۴۴] (پیدا کئے) آٹھ نر مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم (نر و مادہ) اور بکری میں دو قسم (نر و مادہ) اور اونٹ میں دو قسم (نر و مادہ) اور گائے میں دو قسم (نر و مادہ)۔

اس تشریح سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ قربانی انہیں آٹھ قسم کے جانوروں سے دینی چاہیے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہے،

صحابہ کرام نے بھی انہیں جانوروں میں سے قربانی کی ہے۔

بھینس کی قربانی:

رہی بات بھینس یا بھینسے کی قربانی کی تو اس کے جواز میں فقہاء ومحدثین کا اختلاف ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جائز ہے اور کچھ لوگ عدم جواز کے قائل ہیں۔ لیکن نامور محدث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ دونوں طرح کی آراء کا ذکر کرنے کے بعد فیصلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"زیادہ احتیاط کی بات تو یہی ہے کہ جن جانوروں کی قربانی عملی، قولی اور تقریری سنت سے ثابت ہے انہیں پر اکتفاء کیا جائے تاہم اگر کوئی شخص بھینس کی قربانی کے بارے میں فقہاء کی آراء (جواز) پر مطمئن ہو اور کرے تو وہ قابل ملامت نہیں۔ (مرعاۃ المفاتیح ج:٥ ص:٨٢، ٨١)

* -قربانی کا جانور تندرست، توانا اور خوبصورت ہو اگر نر ہو اور سینگ دار ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ح:١٩٦٦-١٩٦٧، سنن ابن ماجہ ح:٣١٢٢)

* -جانور دانتا ہو، بوقت مجبوری بھیڑ کا ایک سال کا جذعہ بھی ذبح کیا جاسکتا ہے۔ (صحیح مسلم ح:١٩٦٣)

* -خصی جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ (سنن ابن ماجہ ح:٣١٢٢)

جانور کے عیوب:

* -قربانی کا جانور کانا، کان کٹا، اندھا، دبلا اور اتنا ضعیف نہ ہو کہ اس کی ہڈی میں گودا نہ ہو۔

* -سینگ ٹوٹی ہوئی نہ ہو۔

* -اگر جانور خریدنے اور قربانی کے لئے متعین کرنے کے بعد عیب دار ہو جائے تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ٥/٩٩)

* -قربانی کا جانور متعین کر لینے کے بعد کم قیمت ویکساں قیمت پر بدلنا بالاجماع ناجائز ہے۔ (نیل الاوطار ٥/١١٤/١)

* -لیکن اگر متعین کردہ جانور سے اچھا جانور لے کر قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو امام ابوحنیفہ، محمد، عطاء اور مجاہد کے نزدیک جائز ہے۔ علامہ ابن حزم بھی اسی کے قائل ہیں۔ (المغنی لابن قدامہ ١١/١١١، الانصاف: ٤/٩٨، المحلی لابن جزم ٧/٢٧٥)

قربانی میں شرکت:

* -ایک بکری پورے گھر والوں کی طرف سے بطور قربانی کفایت کر جائے گی۔ (صحیح مسلم ح:١٩٦٧، سنن ترمذی ح:١٥٠٥)

* -گائے اور اونٹ میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ (سنن أبي داود ح:٢٨٠٧)

* -ایک روایت کی رو سے گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ (سنن ترمذی ح:١٥٠١)

لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے کیونکہ جمہور محدثین کا مسلک ہے، امام ترمذی نے بھی اسے صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ دین سفیان ثوری، امام شافعی،، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا مذہب قرار دیا ہے۔ (سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ٥/٧٣)

میت کی طرف سے قربانی:

میت کی طرف سے قربانی کرنے کے سلسلہ میں اہل علم کی دو رائیں ہیں، ایک فریق کا کہنا ہے کہ فوت شدگان کی طرف سے قربانی جائز ہے، اور ایک فریق کہتا ہے کہ ناجائز ہے اور دونوں کے پاس اپنی اپنی دلیلیں ہیں مثلاً:

١-شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فوت شدگان کی طرف سے قربانی کے کے جواز کے قائل ہیں۔ (مجموع الفتاوی ٢٦/٣٠٢)

٢-عبد اللہ ابن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ فوت شدگان کی طرف سے قربانی نہ دی جائے بلکہ ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے، اور اگر قربانی دی جائے تو اس کا گوشت خود نہ کھایا جائے بلکہ سارا کا سارا صدقہ کر دیا جائے۔ (مرعاۃ المفاتیح: ٥/٩٣)

* -علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **"لم أجد في التضحية عن الميت منفردا حديثا مرفوعا صحيحا . وأما حديث علي المذكور في هذا الباب فضعيف كما عرفت . فإذا ضحى الرجل عن الميت منفردا فالاحتياط أن يتصدق**

بہا کلہا واللہ تعالى أعلم "(تحفۃ الاحوذی ٥/٦٦)

مجھے کوئی ایسی مرفوع اور صحیح حدیث نہیں ملی جو فوت شدگان کی طرف سے قربانی کے جواز پر دلالت کرتی ہو اور حضرت علی والی روایت ضعیف ہے، اور اگر کوئی شخص کسی فوت شدہ کی طرف سے قربانی کرے تو احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی قربانی کا سارا گوشت تقسیم کر دے۔

اور یہی سب سے بہتر ہے لہٰذا صرف میت کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اصل حکم زندوں کو ہے، میت کی طرف سے صدقہ ہے، اب اگر کوئی میت کی طرف سے قربانی کرنا چاہیے تو دو جانور ذبح کرے ایک اہل خانہ کی طرف سے اور دوسرا میت کی طرف سے لیکن اس کا سارا گوشت صدقہ کر دے۔

قربانی کا وقت اور ایام:

* -قربانی نمازِ عید کے بعد کرنی چاہیئے۔(صحیح بخاری ح: ٥٥٦٠، صحیح مسلم ح:١٩٦١)

* -نماز سے پہلے قربانی درست نہیں ہے اگر کوئی کر دیتا ہے تو اس کا عوض دینا لازم ہے۔(صحیح بخاری ح:٥٥٦٢ صحیح مسلم ح:١٩٦١)

* -یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کے ساتھ 11، 12، 13 ذی الحجہ تک قربانی کرنا صحیح ہے۔(مسند احمد ٤/٨٢، تفصیل مرعاۃ المفاتیح ٥/١٠٦ تا ١٠٨)

ذبح کے اصول:

* -اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے، دوسرے سے بھی کروا سکتے ہیں۔(صحیح بخاری ح:٥٥٥٨، ٥٥٥٩)

* -جانور ذبح کرنے سے پہلے چھری تیز کر لینی چاہیئے۔(صحیح مسلم ح:١٩٥٥)

* -عورت بھی قربانی کر سکتی ہے۔(سنن ابن ماجہ ح:٣١٨٢)

* -بائیں پہلو لٹا کر گردن پر پاؤں رکھ کر ذبح کرنا چاہیے۔(صحیح بخاری ح ٥٥٥٨، صحیح مسلم ح:١٩٦٥)

جانور کو قبلہ رخ لٹا کر یہ دعا پڑھیں۔" **إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ، وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ، بِاسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ**".(سنن أبي داود ح:٢٧٩٥)

* -اس کے بعد بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر جانور ذبح کیا جائے۔(صحیح بخاری ح:٥٥٦٥، صحیح مسلم ح:١٩٦٦)

* -پھر اس کے ساتھ "**اللهم منک ولک اللهم تقبل مني**" اور اگر دوسرے کی طرف سے ہو تو "**من فلاں**" کہا جائے۔(صحیح مسلم ح:١٩٦٧/١٩٦٦)

قربانی کا گوشت اور چمڑا:

* -قربانی کا گوشت خود بھی کھایا جائے اور بدحال محتاجوں کو بھی کھلایا جائے۔(سورہ حج:٢٨/٣٦)

* -بعض کے نزدیک غیر مسلم افراد کو بھی دیا جا سکتا ہے کیونکہ ﴿وَأَطۡعِمُواْ ٱلۡقَانِعَ وَٱلۡمُعۡتَرَّ﴾ [حج:٣٦] میں حکم عام ہے جو غیر مسلموں کو بھی شامل ہے۔

* -قربانی کے گوشت کا ذخیرہ کرنا بھی جائز ہے۔(صحیح بخاری ح:٥٥٦٩، صحیح مسلم ح:١٩٧٢)

* -قربانی کے جانور کی کھال کا صدقہ کرنا افضل ہے۔

* -دباغت دے کر خود بھی استعمال کر سکتے ہیں۔(نیل الاوطار ٥/٢٢٠)

* -لیکن اس کی قیمت کھانا درست نہیں ہے، بلکہ صدقہ کیا جائے (نیل الاوطار: ٥/٢٢٠)

* -قصاب وغیرہ کو اجرت میں چمڑہ یا قربانی کا گوشت دینا ہرگز درست نہیں ہے، بلکہ جیب خاص سے دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو مذکورہ احکام کی روشنی میں قربانی کرنے کی توفیق دے، اور دلوں میں خلوص وللّٰہیت پیدا فرمائے۔(آمین)

* * *

احکام وآداب

جانور کو ذبح کرنے کے شرائط

شیخ سرفراز فیضی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ اس نے ہمارے لیے بہت سارے جانور پیدا کیے جن میں سے کچھ ہمارے سواری کے لیے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے دودھ اور گوشت سے ہم اپنی غذائی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، اللہ رب العزت نے قرآن میں مختلف مقامات پر اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَنْعَٰمَ لِتَرْكَبُوا۟ مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ [غافر:79]

’’اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو۔‘‘

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِى ٱلْأَنْعَٰمِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِى بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَٰفِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ [المؤمنون:21]

’’تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے۔ ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور بھی بہت سے نفع تمہارے لئے ان میں ہیں ان میں سے بعض بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔‘‘

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿وَٱلْأَنْعَٰمَ خَلَقَهَا ۗ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَٰفِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ [النحل:5]

’’اسی نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں۔‘‘

بلاشبہ ان جانوروں کا خالق ومالک اللہ ہے، ان کی جان اللہ کی دی ہوئی ہے، ان جانوروں سے ان کی جان چھیننے اور ان کو ذبح کرکے ان کا گوشت حلال کرنے کی واحد صورت یہی ہے کہ اللہ کا نام لے کر اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق ان کو ذبح کیا جائے۔ اللہ رب العزت نے شریعت میں ان جانوروں کے ذبح کے جائز ہونے کے لیے کچھ شرطیں رکھی ہیں، جب تک کسی جانور کو ان شرطوں کے مطابق ذبح نہیں کیا جائے گا کسی جانور کا گوشت حلال نہیں ہوسکتا، وہ شرطیں حسب ذیل ہیں:

1: جانور ذبح کرنے والا ممیز ہو:

یعنی ذبح کرنے والا سمجھدار ہو، سن تمیز کو پہنچ چکا ہو، شریعت کے خطاب کو سمجھ سکتا ہو، نیت کرسکتا ہو، اتنا چھوٹا نہ ہو کہ نیت نہ کرسکے، نہ ہی ایسا پاگل اور مجنون ہو جو ذبح کا مطلب نہ جانتا اور نیت نہ کرسکے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے جانور کے حلال ہونے کے لیے اس کو ذبح کرکے پاک کرنے کا حکم دیا ہے: ﴿إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ [المائدۃ:3]

’’وہ جانور تمہارے لیے حلال ہیں جن کو تم نے ذبح کرکے حلال کیا ہو۔‘‘

لہٰذا ضروری ہے کہ جو شخص جانور کو ذبح کر رہا وہ شریعت کے

خطاب کو سمجھ سکتا ہو تبھی اس کے لیے ممکن ہے کہ وہ ذبح کرتے ہوئے جانور کو حلال کرنے کی نیت کرے۔

لہٰذا اگر ذبح کرنے والا صاحب تمیز ہے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بالغ ہو نابالغ۔

اور اگر ایسا بچہ ہے جو سن تمیز کو نہیں پہنچا ہے یا کوئی شخص جو پاگل ہے یا نشے کی حالت میں ہے اور نیت کرنے کی حالت میں نہیں ہے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔

2: ذبح کرنے والا مسلم یا اہل کتاب میں سے ہو:

اہل کتاب سے مراد یہ کہ یہودی یا عیسائی ہے، اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے:

﴿وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ حِلّٞ لَّكُمۡ﴾ [المائدۃ:5]

”اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔“

شیخ سعدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”أي: ذبائح اليهود والنصارى حلال لكم -يا معشر المسلمين- دون باقي الكفار“

”یعنی اے مسلمانو! دوسرے کفار کے برعکس یہود اور نصاریٰ کے ذبیحے تمہارے لیے حلال ہیں“۔

3: ذبح کی نیت ہو:

یعنی ارادے اور نیت کے ساتھ ذبح کرے، مثلا ایسے ہی دل لگی کرتے ہوئے یا بغیر ارادے کے جانور کو کاٹ دیا تو ذبح حلال نہیں ہوگا۔ کیونکہ ذبح کے لیے نیت ہونا شرط ہے۔

4: غیر اللہ کے لیے ذبح نہ کرے:

یعنی مافوق الاسباب طریقے سے کسی نبی، ولی، پیر یا جن کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اور ان سے برکت حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا ہو تو ایسا ذبیحہ حرام ہے، گرچہ ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا ہو، جیسے آستانوں اور مزاروں پر جو جانور ذبح ہوتے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”لعن الله من ذبح لغير الله“[صحیح مسلم]

”اللہ کی لعنت ہو اس پر جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے“۔

البتہ کوئی شخص اگر ماتحت الاسباب طریقے گوشت کھلا کر مہمانوں کی تکریم کرنا چاہتا ہے یا غرباء میں گوشت تقسیم کرنا چاہتا ہے تو وہ غیر اللہ کے لیے ذبح نہیں ہے۔

5: اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام سے ذبح نہ کرے:

اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے:

﴿وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦ﴾ [المائدۃ:3]

”یعنی وہ جانور بھی تم پر حرام ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو“۔

جیسے کوئی کہے ”بسم النبی“۔ پھر خواہ اس کے ساتھ بسم اللہ بھی پڑھ دے تو بھی جانور حرام ہے۔

6: اللہ کے نام سے ذبح کرے:

یعنی ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھا ہو۔

﴿فَكُلُواْ مِمَّا ذُكِرَ ٱسۡمُ ٱللَّهِ عَلَيۡهِ﴾ [الانعام:118]

”اس جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو“۔

اس بات پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر قدرت کے باجود بسم اللہ پڑھے بغیر جانور ذبح کر دے اس کا ذبیحہ حرام ہے۔

البتہ اگر کوئی شخص بسم اللہ بھول جائے تو اس جانور کے بارے میں فقہاء کے یہاں اختلاف ہے کہ ایسا جانور حلال ہے یا نہیں، ہمارے نزدیک راجح قول یہی ہے کہ ایسا جانور حلال نہیں ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے، شیخ ابن عثیمین بھی اسی کے قائل ہیں، ان کی دلیل ہے کہ جانور کے حلال ہونے کے لیے شرط وجودی ہے کہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اور شرط وجودی میں اگر بھول ہو جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جائے گا۔ جیسے وضو کا پایا جانا نماز کے لیے شرط وجودی ہے تو اگر وضو کرنا بھول جائے تو نماز بھی صحیح نہیں ہوگی۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:

”مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ“

”جو چیز بھی خون بہا دے اور ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا

ہو،تواس کوکھاؤ‘‘۔[صحیح بخاری]

اس حدیث میں دو شرطوں کا ذکر ہے اور سیاق کلام سے واضح کی دونوں شرطیں یکساں ہیں، لہٰذا جیسے بغیر خون بہے اگر جانور مرجائے تو وہ حرام ہے جیسے لاٹھی مارنے سے مرگیا ہو ویسے ہی بغیر بسم اللہ پڑھے جو جانور مرجائے وہ بھی حرام ہے۔

بسم اللہ بھول جانے پر ذبیحہ کے حرام ہونے کی دلیل قرآن کی اس آیت کاعموم بھی ہے:

﴿وَلَا تَأۡكُلُواْ مِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ ٱسۡمُ ٱللَّهِ عَلَيۡهِ وَإِنَّهُۥ لَفِسۡقٞ﴾ [الانعام:121]

’’جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ، کیونکہ یہ سراسر گناہ کا کام ہے‘‘۔

اس آیت میں ان تمام جانوروں کو کھانے سے منع کیا گیا ہے جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس آیت میں ’’یذکر‘‘ یعنی یادداشت کی کوئی شرط ہیں نہ ہی سہو کا استثناء ہے۔ اور نہ کوئی ایسی دلیل یا قرینہ موجود ہے کہ اس صریح ممانعت کو کراہت پر محمول کیا جائے۔

7: دھاردار چیز سے ذبح کرے جس سے خون نکلے:

خواہ وہ دھاردار چیز لوہے کی ہو، اسٹیل کی ہو، لکڑی اور پتھر کی بھی ہوسکتی ہے۔

اس کی دلیل صحیح بخاری کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بانس کی کھپچی سے جانور ذبح کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **”مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ“** ’’جو چیز بھی خون بہادے اور ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو، تو اس کو کھاؤ‘‘۔[صحیح بخاری]

البتہ اسی حدیث میں دو چیزوں کا استثناء کیا گیا ہے، ایک ناخن اور دوسری ہڈی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **”لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ“**

’’سوائے دانت اور ناخن کے‘‘۔

اور علماء نے ہڈی ہی پر دانت کو بھی قیاس کیا ہے کیونکہ دانت بھی اپنی حقیقت کے اعتبار سے ہڈی ہی ہے۔ لہٰذا ناخن، دانت اور ہڈی کے علاوہ کسی بھی دھاردار آلے سے جانور کو ذبح کیا گیا ہو تو جانور حلال ہوجاتا ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں خون نکلنا بھی بطور شرط ذکیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر جانور کو لاٹھی سے یا گلہ گھونٹ کر مارا گیا ہو، یا دوسرے جانور کا سینگ لگنے مرگیا ہو، یا کہیں اونچائی سے گرنے کی وجہ سے مرگیا ہو یا ایکسڈنٹ سے اس کی موت ہوگئی ہو یا کسی دوسرے درندے نے اس کو مار دیا ہو تو ایسا جانور حلال نہیں ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةُ وَٱلدَّمُ وَلَحۡمُ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦ وَٱلۡمُنۡخَنِقَةُ وَٱلۡمَوۡقُوذَةُ وَٱلۡمُتَرَدِّيَةُ وَٱلنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ ٱلسَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ﴾ [المائدۃ:3]

’’تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کرلو‘‘۔

ذبح میں چار رگیں کاٹی جاتیں ہیں:

1۔حُلقوم یعنی سانس کی نالی، جس کو نرخرہ بھی کہا جاتا ہے۔

2۔مری یعنی کھانے پینے کی نالی۔

3، 4۔ وَدَجین یعنی خون کی دو رگیں، یہ سانس کی نالی کے دائیں بائیں دو رگیں ہوتی ہیں، جن کو شہ رگ بھی کہا جاتا ہے۔

یہ چاروں رگیں کاٹنے کو ذبح کہا جاتا ہے۔ افضل یہی ہے کہ یہ چاروں رگیں کاٹی جائیں البتہ اگر ان میں سے تین بھی کٹ جائیں تب بھی جانور حلال سمجھا جائے گا۔

یہ ذبح کی کل 7 شرطیں ہیں جن کی رعایت کے بغیر کوئی جانور حلال نہیں ہوتا۔ یہ شرطیں تمام جانوروں کے لیے ہیں، خواہ جانور قربانی کے لیے ہوں یا عام کھانے کے لیے ہوں۔

اللہ ہم سب کو قربانی میں اخلاص اور اتباع شریعت کی توفیق عطا فرمائے۔

* * *

تحقیقات وتنقیحات

قربانی کے چار دن کتاب وسنت کی روشنی میں

شیخ مقبول احمد سلفی (سعودی عرب)

قربانی عبادت ہے اور عبادت کے سارے اعمال توقیفی ہوتے ہیں۔ انہیں من وعن ویسے ہی انجام دیا جائے گا جیسے شرع سے ثابت ہے۔ صحیح قول کی روشنی میں قربانی سنت مؤکدہ ہے جسے طاقت ہے وہ قربانی کرے اور جو طاقت نہیں رکھتا وہ قربانی نہ کرے لیکن جو قربانی کی طاقت رکھے اور قربانی نہ کرے اس کے لئے سخت وعید ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں قربانی کے ایام پہ کتاب وسنت کی روشنی میں بحث کی جائے گی اور یہ دیکھا جائے گا کہ قربانی کے ایام تین دن ہیں یا چار دن؟

قربانی کہتے ہیں: **هي ما يذبح من النعم تقرّباً إلى الله تعالى من يوم العيد إلى آخر أيّام التشريق**

(مغنی المحتاج:6 / 122، الاقناع:2/ 277)

ترجمہ: نعم (مخصوص جانوروں) میں سے جسے اللہ تعالی کے تقرب کی خاطر عید کے دن سے لیکر ایام تشریق کے آخر تک ذبح کیا جائے وہ قربانی ہے۔

قربانی کے ایام میں ''ایام تشریق'' کی بڑی اہمیت ہے، ایام تشریق کا مفہوم اور اس کی تعیین سے قربانی کے ایام جاننا بہت آسان ہو جائے گا۔

گوکہ ایام تشریق بعض اہل علم کے نزدیک چار دن ہیں مگر راجح تین دن یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ہیں۔ تشریق کا معنی روشن ہونا اور چمکنا ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عرب والے حج کرتے وقت ایام تشریق یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ کو قربانیوں کا گوشت کاٹ کاٹ کر منی کی پہاڑیوں پر سوکھنے کے لئے رکھ دیتے جب اس پہ سورج کی شعاع پڑتی تو گوشت چمک اٹھتا اس وجہ سے انہیں ایام تشریق کہا جانے لگا۔

ایام تشریق کے تین دن:

☆ ایام تشریق کا پہلا دن یوم القر (ٹھہرنے کا دن) کہا جاتا ہے کیونکہ اس دن حجاج منی میں ٹھہرتے اور رات گذارتے ہیں۔

☆ ایام تشریق کا دوسرا دن یوم النفر الاول (نکلنے کا پہلا دن) کہلاتا ہے، اس دن حاجی کو رمی جمرات کے بعد غروب شمس سے پہلے تعجیل کرنے کی اجازت ہے۔

☆ ایام تشریق کا تیسرا دن یوم النفر الثانی (منی سے نکلنے کا دوسرا دن) کہلاتا ہے، یہ حاجیوں کے لئے رمی جمرات کا آخری دن ہے، رمی کے بعد منی چھوڑ دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ ایام تشریق کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وسميت أيام التشريق لأن لحوم الاضاحى تشرق فيها أي تنشر فى الشمس وقيل لأن الهدى لاينحر حتى تشرق الشمس (فتح الباری:4/ 242)

ترجمہ: ان تینوں دنوں (11، 12، 13) کو ایام تشریق اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں قربانی کے گوشت کو دھوپ میں سوکھنے کے لیے پھیلایا جاتا ہے نیز اس سلسلے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ چونکہ قربانی کے جانور سورج چمکنے سے پہلے ذبح نہیں کئے جاتے۔

مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی لکھتے ہیں:

اس قول یعنی وجہ تسمیہ کے بموجب ایامِ تشریق کا اطلاق جتنے دنوں پر بھی ہوگا اس کا تعلق ذبیحہ اور قربانی سے ہوگا۔ کیونکہ کوئی ایسا دن جس میں قربانی جائز نہ ہو تشریق کا دن نہیں کہا جا سکتا لہٰذا جب یوم النحر کے بعد تین دنوں کو باجماعِ اُمت تشریق کہا گیا ہے تو قربانی بھی یوم النحر کے بعد تین دنوں تک جائز ہوگی۔ (ایام قربانی: ص22)

ایام تشریق کا مفہوم جاننے سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں ایک دن (یوم النحر) تو قربانی کے نام سے ہی جانا جاتا ہے بقیہ تین دن ایام تشریق کے۔ یہ بات قرآن و حدیث، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ و تابعین سے بھی ثابت ہے۔

چار دن قربانی کے دلائل قرآن کریم سے:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ فِىٓ أَيَّامٍ مَّعْدُودَٰتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِى يَوْمَيْنِ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ﴾ [البقرۃ:203] ترجمہ: اور (ایام تشریق کے) معلوم دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔ تو جو شخص دو دنوں میں جلدی کرلے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرلے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

نیز فرمایا: ﴿وَيَذْكُرُواْ ٱسْمَ ٱللَّهِ فِىٓ أَيَّامٍ مَّعْلُومَٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلْأَنْعَٰمِ ۖ﴾ [الحج:28] ترجمہ: اور وہ ایام تشریق کے معلوم دنوں میں اللہ کے دیے ہوئے مخصوص چوپایوں پر اللہ کا نام ذکر کریں۔

یعنی ایام معلومات اور ایام معدودات ایام تشریق ہی ہیں، اس پر امت کا اتفاق ہے۔

چنانچہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

أَمَرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عِبَادَهُ بِذِكْرِهِ فِي الْأَيَّامِ الْمَعْدُودَاتِ، وَهِيَ الثَّلَاثَةُ الَّتِي بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ، وَلَيْسَ يَوْمُ النَّحْرِ مِنْهَا، لِإِجْمَاعِ النَّاسِ أَنَّهُ لَا يَنْفِرُ أَحَدٌ يَوْمَ النَّفْرِ وَهُوَ ثَانِي يَوْمِ النَّحْرِ، وَلَوْ كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فِي الْمَعْدُودَاتِ لَسَاغَ أَنْ يَنْفِرَ مَنْ شَاءَ مُتَعَجِّلًا يَوْمَ النَّفْرِ، لِأَنَّهُ قَدْ أَخَذَ يَوْمَيْنِ مِنَ الْمَعْدُودَاتِ.

کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو گنتی کے چند دنوں میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور یہ (گنتی کے دن) یوم النحر (یعنی قربانی کا دن 10 ذی الحجہ) کے بعد تین روز ہیں جن میں یوم النحر داخل نہیں ہے کیونکہ اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے کہ قربانی کے دوسرے دن (یعنی گیارہ کو) کوئی حاجی منی سے کوچ نہیں کرسکتا. اور اگر یوم النحر أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ میں داخل ہوتا تو پھر (بموجب حکم قرآنی) عجلت باز کے لئے گیارہ کو منی سے کوچ کرنا درست ہوتا، کیونکہ وہ گنتی کے (تین دنوں میں سے) دو روز گزار چکا ہے. (اور اللہ تعالی نے دو روز گزار چکنے کے بعد منی سے کوچ کرنے کی اجازت دی ہے). (تفسیر القرطبی 3/363)

بقاعی لکھتے ہیں: **(معدودات) وهي أيام إقامتكم بمنى في ضيافته سبحانه لفعل بقية ما عليكم من تتمات العبادات الحجية أولها يوم القر، وهو الحادي عشر ليستقر الناس فيه بمنى، ثانيها يوم النفر الأول، ثالثها يوم النفر الأعظم، والثلاثة تسمى أيام التشريق، وهى مع يوم العيد تسمى أيام النحر. والأربعة مع يوم عرفة أيام التكبير والذكر. اهـ**

معدودات سے منی میں تمہارا اٹھہرنا مراد ہے عبادات حج کے بقیہ کام پر اللہ کی ضیافت میں۔ اس کا پہلا دن یوم القر ہے جو کہ گیارہ تاریخ ہے جس میں لوگ منی میں ٹھہرتے ہیں۔ دوسرا دن یوم النفر الاول ہے۔ تیسرا دن یوم النفر الاعظم ہے۔ یہ تین دن ایام تشریق کہلاتے ہیں اور یہ عید کے دن کے ساتھ ایام النحر اور

چار دن عرفہ کے ساتھ ایام تکبیر وذکر کہا جاتا ہے.

مزید امام رازی اور علامہ شوکانی وغیرہم کی کتاب دیکھ سکتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر 5/208 اور فتح القدیر 1/205)

تعجیل کے دو دن اور تاخیر والا ایک دن، پورے تین دن بنتے ہیں۔ ان تینوں دنوں میں قربانی کے جانوروں پر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا ایام تشریق ذوالحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ ہوئی اور ذوالحجہ کی دس تاریخ تو سبھی کو معلوم ہے اسے یوم النحر (قربانی کا دن) کہا جاتا ہے۔

اس طرح اللہ کی آسمانی کتاب نے یہ فیصلہ کر دیا کہ قربانی کے چار دن ہیں۔ اور وہ ہیں یوم النحر و ایام تشریق یعنی دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ۔

چار دن قربانی کے دلائل احادیث صحیحہ سے:

اس سلسلے میں بھی متعدد احادیث ہیں چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث: **أَنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ قال لرجلٍ من غِفارٍ قُمْ فأذِّنْ أنه لا يدخلُ الجنَّةَ إلا مؤمنٌ وأنها أيامُ أكلٍ وشربٍ أيام مِنًى زاد سليمانُ بنُ موسى وذَبحٍ يقول أيامُ ذبحٍ.**

ترجمہ: ایک صحابی سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غفاری صحابی سے کہا کہ تم کھڑے ہو اور اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی جائیں گے اور ایام منیٰ (ایام تشریق) کھانے پینے کے دن ہیں۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ ان کے اُستاذ سلیمان بن موسیٰ نے اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے ذبح کے لفظ کا اضافہ کیا ہے، یعنی وہ یہ بھی روایت کرتے تھے کہ یہ ذبح کے دن ہیں۔ (دیکھیں: السلسلۃ الصحیحۃ: 5/620)

اس حدیث میں ایام منی کا ذکر ہے۔ ایام منی معروف ہیں، یہ تین دن ہیں گیارہ، بارہ اور تیرہ۔ ان ایام کو کھانے اور پینے کا دن کہا گیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایام قربانی کے ہیں۔ بلکہ بعض روایات میں ذبح کی بھی صراحت آئی ہے کہ ایام منی ذبح (قربانی) کرنے کے ایام ہیں جس سے معنی کی تعیین میں مدد ملتی ہے۔

یہ روایت متعدد کتب حدیث میں بھی مروی ہے، ایک جگہ ہے:

أَيُّها الناسُ إن رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم قال : إنها لَيْسَتْ أيامَ صومٍ إنها أيامُ أكلٍ وشُرْبٍ .(صحیح ابن خزیمۃ للالبانی: 2147)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اعلان کر رہے تھے کہ اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: یہ ایام (ایام تشریق) روزے کے نہیں ہیں بلکہ کھانے اور پینے کے ہیں۔

ایک جگہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

"**إنها أيام طعم وذكريه**" کھانے اور ذکر کے ایام ہیں۔ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر ہے (ارواء الغلیل: 4/131)

مسلم شریف میں اس طرح مروی ہے: **أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ بعثه وأوْسَ بنَ الحدَثانِ أيامَ التشريقِ . فنادى أنه لا يدخلُ الجنةَ إلا مؤمنٌ . وأيامُ مِنًى أيامُ أكلٍ وشُربٍ** .(صحیح مسلم: 1142) ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ کو ایام تشریق میں بھیجا کہ وہ اعلان کر دیں جنت میں صرف مؤمن ہی جائیں گے اور ایام منیٰ (ایام تشریق) کھانے پینے کے دن ہیں۔

دوسری حدیث: **يومُ عرفةَ ويومُ النَّحرِ وأيَّامُ التَّشريقِ عيدَنا أَهلَ الإسلامِ، وَهيَ أَيَّامُ أَكلٍ وشربٍ**.(صحیح الترمذی: 773، صحیح النسائی: 3004، صحیح أبی داود: 2419، إرواء الغلیل: 4/130) ترجمہ: عرفہ کا دن، قربانی کا دن، اور ایام تشریق کے ایام ہماری عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں.

اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ترمذی میں، نسائی میں،

ابوداؤد میں صحیح کہا اور ارواء الغلیل میں مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں عید کے دن کو ایام تشریق سے الگ کیا گیا ہے جو اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ایام تشریق عید کے بعد سے تیرہ تاریخ تک ہے.

تیسری حدیث: كلُّ أيامِ التشريقِ ذَبحٌ (السلسلۃ الصحیحۃ: 2476)

متعدد صحابہ کرام اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ جبیر بن مطعم، أبوسعید خدری اور أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تشریق کے سارے دن ذبح (قربانی) کے دن ہیں۔

اس حدیث کو البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔

یہ حدیث مختصر مگر معنوی لحاظ سے بہت واضح ہے کہ ایام تشریق قربانی کے ایام ہیں۔ اس معنی کی تھوڑی لمبی روایت اس طرح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

كُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ ، وارفعوا عن عُرَنَةَ ، وكُلُّ مزدلِفَةَ موقِفٌ ، وارفعوا عن بطنِ مُحَسّرٍ ، وكلُّ فجاجِ مِنًى منحرٌ ، وكلُّ أيامِ التشريقِ ذبحٌ (صحیح الجامع: 4537) ترجمہ: پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے اور عرنہ سے ہٹ کر وقوف کرو اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے اور وادی محسر سے ہٹ کر وقوف کرو اور منیٰ کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے اور تشریق کے تمام دن ذبح کرنے کے دن ہیں۔

چونکہ ایام تشریق قربانی اور کھانے پینے کے دن ہیں اس وجہ سے ان دنوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے:

نہی عن صومِ ستَّةِ أيَّامٍ من السَّنةِ : ثلاثةُ أيَّامِ التَّشريقِ ، ويومُ الفِطرِ ، ويومُ الأضحَى ، ويومُ الجمعةِ مختصَّةٌ من الأيَّامِ (السلسلۃ الصحیحۃ: 2398) ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سال میں چھ دنوں کا روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ وہ ہیں تین دن ایام تشریق کے، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور جمعہ۔

ایک دوسری جگہ ان دنوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

بدیل بن ورقاء بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من كان صائمًا فليُفطرْ فإنهنَّ أيامُ أكلٍ وشربٍ. (السلسلۃ الصحیحۃ: 7/1540) ترجمہ: جو روزے سے ہو وہ روزہ توڑ دے کیونکہ یہ کھانے اور پینے کے دن ہیں۔

مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں چار دن قربانی کا واضح ثبوت ملتا ہے، اکثر اہل علم کی بھی یہی رائے ہے امام شوکانی رحمہ اللہ نے حدیث کل أیام التشریق ذبح کو سامنے رکھتے ہوئے یہ استدلال کیا ہے: **أن أيام التشريق كلها أيام ذبح ، وهي يوم النحر وثلاثة أيام بعده.** (نیل الاوطار 5/125)

تمام ایامِ تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔

چاردن قربانی کا ثبوت صحابہ کرام سے:

متعدد صحابہ کرام سے بھی چار دن قربانی کا قولا وفعلا ثبوت ملتا جن سے مذکورہ بالا نصوص کی مزید توضیح وتائید ہوتی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : الأضحى ثلاثة أيام بعد يوم النحر.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قربانی یوم النحر (10 ذوالحجہ) کے بعد تین دن (11، 12، 13 ذی الحجہ کے دن) ہیں۔ یعنی یوم النحر عید کے دن کو لے کر کل چار دن قربانی کے ہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: 9/296)

اس کی سند ضعیف ہے لیکن اسی مفہوم کی بات ابن عباس سے متعدد سندوں سے منقول ہے جس سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے۔

اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں امام شافعی کا مسلک بتاتے ہوئے لکھا ہے۔

قال الشافعي : تجوز في يوم النحر وأيام

التشريق الثلاثة بعده یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ قربانی یوم النحر اور اس کے بعد تین دن ایام تشریق میں کرنا جائز ہے۔

اس کے بعد امام صاحب نے صحابہ سمیت اس مسلک کے قائلین کے چند اسماء ذکر کئے ہیں۔ عبارت اس طرح ہے۔

وممن قال بهذا علي بن أبي طالب وجبير بن مطعم وابن عباس وعطاء والحسن البصري وعمر بن عبد العزيز وسليمان بن موسى الاسدي فقيه أهل الشام ومكحول وداود الظاهري وغيرهم یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کی طرح علی بن ابی طالب، جبیر بن مطعم، ابن عباس، عطاء، حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان بن موسی اسدی فقیہ شام، مکحول اور داؤد ظاہری وغیرہم کا بھی موقف ہے۔

زاد المعاد میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه : أيام النحر : يوم النحر ، وثلاثة أيام بعده. یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی کا قول ہے: ایام نحر (یعنی قربانی کے ایام) یوم النحر (یعنی عیدوالا دن) اور اس کے بعد تین یوم ہیں۔

اہل بصرہ کے امام حسن، اور اہل مکہ کے امام عطاء بن ابی رباح، اور اہل شام کے امام الاوزاعی رحمہم اللہ اور فقھاء کے امام امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہی ہے، اور ابن منذر رحمہ اللہ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے، اور تین ایام اس لیے کہ یہ منی اور رمی جمرات کے ساتھ خاص ہیں، اور یہی ایام تشریق ہیں، اور ان کے روزے رکھنا منع ہے، چنانچہ یہ ان احکام میں ایک جیسے بھائی ہیں، تو پھر بغیر کسی نص اور اجماع کے ذبح کرنے کے جواز میں فرق کیسے کیا جاسکتا ہے۔

اور دو مختلف وجوہات سے نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: **كل منى منحر ، وكل أيام التشريق ذبح** (منی سارے کا سارا نحر کرنے کے لیے جگہ ہے، اور سارے کے سارے ایام تشریق ذبح کرنے کے دن ہیں) (زاد المعاد: 319/2)

چار دن قربانی کا ثبوت تابعین سے: صحابہ کرام کے علاوہ امت کے بہت سے تابعین وتبع تابعین سے چار دن قربانی کا ثبوت ملتا ہے۔ ابھی ابھی امام نووی کے کلام سے چند صحابہ وتابعین کا موقف معلوم ہوگیا۔

عطاء بن رباح، حسن بصری، امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز، امام زہری، ابراہیم نخعی، مکحول، اوزاعی اور سلیمان بن موسیٰ رحمہم اللہ سے چار دن کی قربانی اہل علم نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

(1) امام طحاوی فرماتے ہیں: امام حسن اور امام عطا نے کہا ہے کہ قربانی ایام تشرق کے آخری دن تک یعنی عید سے لے کر چار دن تک ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی:206/2؛ سنن الکبریٰ للبیہقی:299/9)

(2) امام ابو عبد اللہ المحاملی (م 330ھ) نے کہا: حسن بصری رحمہ اللہ کہتے تھے کہ تشریق کے تمام دنوں میں یعنی عید الاضحیٰ سمیت چار دنوں: 10، 11،، 12، 13 میں قربانی کی جائے۔ (امالی المحاملی روایۃ ابن یحییٰ البیع: ص 89؛ سنن الکبریٰ للبیہقی: 296/9 من طریق حماد واسنادہ صحیح)

(3) امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ: امام بیہقی (م 458ھ) فرماتے ہیں: خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے کہا ہے کہ قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن ہے (یعنی کل چار دن قربانی ہے)۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: 297/9 اسنادہ صحیح)

ان کے علاوہ بہت سے تابعین نے چار دن قربانی کا موقف اختیار کیا ہے۔

چار دن قربانی اور ائمہ اربعہ:

ائمہ اربعہ میں سے امام شافعی رحمہ اللہ کا نے چار دن کی قربانی کا واضح موقف اختیار کیا ہے۔ آپ کے موقف سے متعلق اوپر

امام نووی رحمہ اللہ کا قول گذر چکا ہے جس میں چار دن کی قربانی کا ذکر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الام میں قربانی کا آخری وقت ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: **فاذا غابت الشمس من آخر أيام التشريق, ثم ضحى أحد, فلاضحية له.** (الام:2/ 244)

ترجمہ: جب تشریق کے آخری دن یعنی 13 ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے کے بعد کوئی قربانی کرے تو اس کی قربانی نہیں ہوگی۔

اور ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک معلوم ہوتا ہے۔ باقی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف تین دن کی قربانی منسوب کی جاتی ہے، اسی طرح امام مالک کا موقف بھی تین دن کا ہے۔

آیات واحادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین وائمہ کے علاوہ علماء کی ایک بڑی تعداد چار دن کی قربانی کے قائل ہیں۔ ان کی فہرست بہت لمبی ہے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

امام ابن المنذر، امام بیہقی، امام نووی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام ابن کثیر اور امام شوکانی رحمہم اللہ وغیرہم۔ یہاں طوالت کے خوف سے ان کے اقوال اور مزید علماء کے اسماء بیان نہیں کئے جارہے ہیں۔

تین دن قربانی کا جائزہ:

حنفیہ کے نزدیک قربانی صرف تین دن ہی جائز ہے، انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں چند دلیلیں پیش کی ہیں، یہاں ان کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

من ضحَّى منكم فلاَ يُصبِحنَّ بعدَ ثالثةٍ وفي بيتِهِ منهُ شيءٌ. (بخاری ومسلم) ترجمہ: یعنی جو شخص قربانی کرے تو تین دن کے بعد گھر میں گوشت نہ رکھے۔

اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں صرف تین دن قربانی کا گوشت رکھنے کا حکم ہے اس لئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اولا اس میں گوشت ذخیرہ کرنے کی ممانعت ہے نہ کہ تین دن سے زیادہ قربانی کرنے کی۔ ثانیا اس حدیث کے آگے کے الفاظ میں خود ہی اس اشکال کا جواب مل جاتا ہے۔

فلمَّا كانَ العامُ المقبلُ، قالوا: يا رسولَ اللَّهِ، نفعلُ كما فعلنا عامَ الماضي؟ قالَ كُلوا وأطعِموا وادَّخِروا ، فإنَّ ذلكَ العامَ كانَ بالنَّاسِ جُهدٌ، فأردتُ أن تعينوا فيها.

ترجمہ: اس کے بعد والا سال آیا تو لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ: کیا ہم اس سال بھی پچھلے سال ہی طرح کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو کیونکہ اس سال تو لوگوں کو تنگی تھی لہٰذا میں نے یہ چاہا کہ تم ان کا اس تنگی میں تعاون کرو۔ (بخاری ومسلم)

اس کے علاوہ صحابہ کے بعض آثار پیش کئے جاتے ہیں جو پایہ ثبوت تک نہیں پہنچ پاتے ہیں۔

حتمی فیصلہ صادر کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ قرآنی آیات، احادیثِ صحیحہ اور جمہور سلف صالحین سے اسی بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قربانی کے کل چار دن ہیں۔ جماعت اہل حدیث کا یہی متفقہ موقف ہے۔ علمائے ہند کے علاوہ پاکستان وعرب کے معاصر کبار اہل علم نے بھی اسی موقف کی صراحت کی ہے۔ مجلس کبار علماء سعودی عرب کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

ربّ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے، حق بات سننے اور اس کے مطابق عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

* * *

فقہ وفتاویٰ

خانہ کعبہ میں الحاد ظلم عظیم اور باعث عذاب شدید ہے

شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ ممبئی)

سوال: حرم مکی اور دیگر مقامات مقدسہ میں تخریب کاری اور حجاج کرام کی اذیت رسانی کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ الحاد فی الحرم میں داخل نہیں جو عذاب الٰہی کا باعث اور ذریعہ ہے واضح کریں؟

جواب: حرمین شریفین مقامات مقدسہ، مشاعر معظّمہ بالخصوص حرم کی اور خانہ کعبہ میں تخریب کاری کی نیت کرنا، اس کے مطابق وہاں ظلم، فساد، بدامنی اور حجاج کرام کی ایذاء رسانی کیلئے مختلف اشکال میں کوئی بھی برا عمل انجام دینا دراصل فساد فی الارض ہے، اور اس روئے زمین پر اللہ کی طرف سے قابل حرمت قرار دی گئی جگہوں کی عظمت وحرمت کو پامال کرنا ہے، نیز حرم شریفین میں الحاد، بے دینی اور اسلام دشمنی کا ایسا گھناؤنا عمل ہے جو کسی بھی صورت میں قابل معافی نہیں، قرآن مجید میں تو اللہ تعالی نے حرم مکی میں محض برائی اور الحاد کے ارادے کو باعث عذاب ٹھہرایا ہے اور اگر کوئی ارادہ کے بعد اس پر عمل بھی کرتا ہے تو اس کا حشر کیا ہوگا یہ واضح ہے فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ [حج: ۲۵] شیخ ابن باز رحمہ اللہ آیت کریمہ کا مفہوم ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: کہ اس آیت میں حرم مکی میں الحاد کا ارادہ کرنے والے کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے، اب اگر کوئی اسے عملی طور پر انجام بھی دیتا ہے تو اسکا حشر کیا ہوگا یہ واضح ہے (مجلہ التوعیہ الاسلامیۃ عدد ۱۹ ص ۳۸۸)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حرم میں الحاد کرنے والے کو اللہ کی نگاہ میں سب سے زیادہ مبغوض لوگوں میں شمار کیا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”**أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةَ الجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيق دَمَهُ**“ تین قسم کے لوگ اللہ کے نزدیک زیادہ مبغوض ہیں (1) حرم میں الحاد کرنے والا (۲) اسلام میں جاہلی سنت اختیار کرنے والا (۳) ناحق کسی کا خون بہانے کا ارادہ رکھنے والا۔ (صحیح بخاری:6882)

آیت کریمہ میں الحاد کی تفسیر شرک، ظلم اور ہر طرح کے برے عمل اور شرعی مخالفت سے کی گئی ہے بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ: ”**الالحاد هو العدل عن الحق و عن العدل و عن الصراط المستقيم بذنب أو كبيرة أو شرك و كفر بالله فكل هذه المعاصي بانواعها الثلاثة تشمله معنى الالحاد هو متفاوت لسبب نوع الذنب و الفسق**“ کہ الحاد کا مطلب یہ ہے کہ حق، انصاف اور صراط مستقیم سے برائی، گناہ کبیرہ یا شرک وکفر کے ذریعہ ہٹ جائے، چنانچہ الحاد مذکورہ تینوں قسم کی معصیت کو شامل ہے اور گناہ کی نوعیت کے اعتبار سے حکم بدلتا رہتا ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ”**و من هذا قوله (وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقَهُ الخ) وفعل الإرادة لا يتعدى بالباء ولكن ضمن معنى يهم فيه بكذا وهو أبلغ من الإرادة فكان في ذكر الباء إشارة إلى استحقاق العذاب عند**

الإرادة وإن لم تكن جازمة" کہ اس آیت کریمہ میں ارادہ کا فعل باء کے ساتھ متعدی ہے جبکہ ایسا نہیں ہوتا چنانچہ یہ صرف سوچنے اور محض دل میں ارادہ کرنے کے معنیٰ کو شامل ہے اور یہ ارادہ سے زیادہ بلیغ ہے، اور صرف باء کے ذریعہ متعدی ہونے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محض ارادہ کرنے سے عذاب کا مستحق ہوگا اگرچہ عزم مصمم نہ ہو۔ (بدائع الفوائد: ۲/۲۱)

بعض اہل علم مفسرین نے لکھا ہے کہ حرم اور غیر حرم میں فرق ہے اگر کوئی آدمی خارج حرم برائی کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک اس پر عمل نہ کرنے یا اسے انجام نہ دے مؤاخذہ نہیں ہے اور اگر حرم شریف میں برائی کا ارادہ کرے تو اس کا حکم سخت ہے یہاں صرف ارادہ پر مؤاخذہ ہوگا برخلاف دوسری جگہوں کے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے: "لَو أَن رَجُلًا هَمَّ فيه بِالْحَادٍ وَهُوَ بِعدَنِ أَبْيَنَ لأَذَاقَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَذَابًا أَلِيمًا" (مسند احمد مخرج ا: ح ۲۰۷) کہا اگر کوئی شخص حرم میں محض الحاد کا ارادہ عدن (ملک یمن میں بیٹھ کر کرے تو بھی اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب سے دو چار کرے گا۔ چنانچہ آیت کریمہ کا حکم حرم کیلئے خاص ہے اور یہ اس عموم میں داخل نہیں جو حدیث میں وارد ہے کہ: "من هُمْ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلُهَا، كُتبت له حَسَنَهُ" (صحیح مسلم ح: ۲۰۶) کہ اگر کوئی برائی کا ارادہ کرے اور اسے انجام نہ دے تو ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اس لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ حرم مکی کا معاملہ خارج حرم سے بالکل الگ ہے، اب اگر کوئی شخص وہاں برائی کے ساتھ ساتھ تخریب کاری، فساد اور بدامنی کی نیت کرتا ہے اور اسے عملاً انجام دیتا ہے تو وہ بدرجۂ اُولیٰ اس وعید کا مستحق ہے بلکہ اسکے علاوہ فساد فی الارض اور حرم کی حرمت اور اسکے تقدس کی پامالی کا بھی مجرم ہوگا، اور سخت سے سخت ترین سزا اور لوگوں کے خون بہانے، ڈرانے اور دھمکانے پر وارد وعید، جزا اور عذاب کا مستحق بھی ہوگا۔

سوال: الحاد فی الحرم کی کون سی صورتیں ہیں جو اس میں داخل ہیں وضاحت کریں؟

جواب: آیت کریمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی تشریحات کے مطابق علماء مفسرین ومحدثین نے الحاد میں چار قسم کی برائیوں کو شامل کیا ہے۔ (1) حرم میں کفر وشرک یا نفاق وبدعملی کا ایسا کام کرنا جو کفر کا باعث ہو اور ملت سے خروج کا ذریعہ ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ (۲) کبائر گناہوں کا ارتکاب جیسے مسلمانوں کا خون بہانا، چوری، زنا کاری، وغیرہ وغیرہ جیسے گھناؤنے کام کرنا تو یہ بھی حرم میں سخت وعید اور مزید گناہ کا باعث ہیں۔ (۳) گناہ صغائر یا دیگر برے عمل انجام دینا جیسے سگریٹ نوشی، بے پردگی، نمازیوں اور زائرین کی ایذاء رسانی وغیرہ وغیرہ تو یہ سب عمل بھی حرم کی عظمت کے پیش نظر باعث سزا اور سخت عذاب کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ (۴) اسی طرح بعض اہل علم نے تخریب کاری، فساد فی الحرم اور بدامنی وغیرہ کو دیگر جگہوں کی بنسبت حرم میں انجام دینے کو اسکی بھیانک اور خطرناک شکل شمار کیا ہے، جو ہر طرح سے سخت سے سخت ترین سزا کے مستحق ہیں، قتل وخونریزی کی سزا، فساد فی الارض کی سزا، عظمت حرم کی پامالی اور بے حرمتی کی سزا۔

اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس طرح کے برے اعمال اور بدنیتی پر مبنی افعال اور کاموں سے متنبہ رہیں اور دوسرے لوگوں کی سازش کا آلۂ کار نہ بنیں، آج غیر سنی بلکہ بعض سنی تنظیمیں صرف توحید اور اہل توحید کی دشمنی میں وہاں اسطرح کے امور کی خواہاں رہتی ہیں جس سے نیک نامی خراب ہو، اور سعودی حکومت یا وہاں کے انصاف پسند حکمرانوں اور حرمین کی خدمت میں ہر طرح کی قربانی پیش کرنے والے امراء اور انکے اہلکاروں کو بدنام کیا جاسکے، اللہ تعالی امت مسلمہ کو فتنہ سے محفوظ فرمائے اور سبائی وباطنی گروہوں کی دسیسہ کاریوں سے بچائے آمین۔

هذاماعندى والله أعلم بالصواب.

آئینۂ جمعیت وجماعت

جمعیت کی کارکردگی کے کچھ نمایاں پہلو

شیخ نصیر رحمانی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبہ نشر واشاعت کی طرف سے ہر سال رمضان المبارک کے موقع پر کئی کتابیں ایک ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ وقتاً فوقتاً بیچ سال میں بھی کچھ کتابیں طبع ہوکر منظر عام پر آجاتی ہیں۔ الحمدللہ

سال نو کی مطبوعات:

(۱) جدید مناہج کی حقیقت (۲) طالبِ علم کا زیور (۳) خلیفۂ راشد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام (۴) علمی ودعوتی خیانت اور فکر وتحریر پر اس کے اثرات (۵) اسلامی سماج ایک آدرش سماج (ہندی)۔

یہ ساری کتابیں جمعیت آفس کی زیارت کرنے والے اہل علم کو ہدیتاً پیش کی جاتی ہیں۔ نیز ہر سال منعقد ہونے والے تربیتی اجتماع (دورہ تدریبیہ) کے محاضرین ومشارکین کو بھی تحفے میں دی جاتی ہیں۔

شہر ممبئی میں جو ادارے ہیں وقتاً فوقتاً انھیں بھی یہ کتابیں علمی تعاون کے طور پر دی جاتی ہیں۔ اس سال (۲۰۲۳) میں جن اداروں کو خصوصیت سے بڑی تعداد میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی مطبوعات دی گئیں اس کی مختصر تفصیل پیش ہے:

جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی:

جامعہ رحمانیہ کاندیولی کا سالانہ پروگرام ختم صحیحین اس سال فروری ۲۰۲۳ میں منعقد ہوا۔ مولانا الطاف حسین فیضی صاحب کی درخواست پر حسب روایت فارغین طلبہ کو مندرجہ ذیل کتابیں دی گئیں:

(۱) اتباع سنت یا تقلید مذاہب ایک لمحہ فکریہ (۲) خانہ ساز شریعت (۳) صیام رمضان مختصر احکام ومسائل (۴) صحیح عقائد کی طرف رہنمائی (۵) فتنوں سے نجات (۶) علماء کے حقوق (۷) عورتوں کا حق وراثت اور جدید جاہلیت (۸) بدعات کی پہچان (۹) منہج سلف کا تحقیقی جائزہ۔

مندرجہ بالا ان نو کتابوں (دس دس عدد) کے علاوہ تفسیر احسن البیان (ایک باکس۔ بیس عدد) اور مرکز الدعوۃ الخیریۃ کا ایک کتابچہ 'قسم اور حلف' کے دس نسخے بھی دیے گئے۔

جامعۃ التوحید بھیونڈی:

امیر شہری جمعیت اہل حدیث بھیونڈی جناب عبدالحمید خان کی درخواست پر جامعۃ التوحید بھیونڈی کے طلبہ کے لیے درج ذیل کتابیں دی گئیں:

(۱) حافظ صلاح الدین یوسف: حیات وخدمات (۲) مقالات ومضامین (۳) صحیح عقائد کی طرف رہنمائی (۴) سلفی دعوت کے اصول (۵) منہج حق کی وضاحت (۶) رقیہ مروجہ (۷) امت محمدیہ کے فضائل (۸) احکام نکاح۔

مرکز ندوۃ الصفہ گوونڈی:

مرکز ندوۃ الصفہ گوونڈی کے زیر اہتمام چلنے والے دورہ

شرعیہ کورس کے مستفیدین طلبہ کو بطور ہدیہ دینے کے لیے مدیر مرکز کی درخواست پر جو کتابیں دی گئیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱)اتباع سنت یا تقلید مذاہب ایک لمحہ فکریہ(۲)مسئلہ تکفیر(۳)داڑھی اسلامی فریضہ اور مردمومن کا شعار(۴)صیام رمضان مختصر احکام ومسائل(۵)منہج فتویٰ(۶)خوارج اور ان کے اوصاف(۷)مختصر مسائل زکوٰۃ(۸)اسالیب دعوت (۹)جماعت اہل حدیث پر الزامات کا جائزہ

مندرجہ بالا ان نو کتابوں (بیس بیس عدد) کے علاوہ فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی رحمہ اللہ کی اہم کتاب "رقیہ مروجہ کے منکرات" بھی ایک سیٹ دی گئی۔

مدرسہ رحمانیہ گوونڈی ممبئی:

مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ وطالبات میں تقریری مسابقے میں انعام دینے کے لیے جمعیت کی یہ مطبوعات دی گئیں:

(۱)اتباع سنت یا تقلید مذاہب ایک لمحہ فکریہ(۲)بدعات کی پہچان(۳)توحید اور شرک کی حقیقت(۴)داڑھی اسلامی فریضہ اور مردمومن کا شعار(۵)فتنوں سے نجات(۶)جماعت اہل حدیث پر الزامات کا جائزہ(۷)عورتوں کا حق وراثت اور جدید جاہلیت۔

مندرجہ بالا یہ سات کتابیں تفسیر احسن البیان کے ساتھ ایک معتدبہ تعداد میں دی گئیں۔

کلیہ عائشہ للبنات گوونڈی ممبئی:

اس سال(۲۰۲۳)یوم جمہوریہ کی مناسبت سے جو پروگرام ہوا تھا اس میں طالبات کی حوصلہ افزائی کے لیے مدرسے کی درخواست پر دفتر جمعیت سے یہ کتابیں دی گئیں:

(۱)اتباع سنت یا تقلید مذاہب ایک لمحہ فکریہ(۲)اولاد کی تربیت(۳)فتنوں سے نجات(۴)عورتوں کا حق وراثت اور جدید جاہلیت(۵)رقیہ مروجہ۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث سدھارتھ نگر یوپی:

ہندی پڑھنے والوں کی کثرت کے اعتبار سے ضلعی جمعیت اہل حدیث سدھارتھ نگر یوپی کی طلب پر ان کے دفتر واقع نوگڑھ اسی سال(۲۰۲۳):

1۔قرآن کی انسائیکلو پیڈیا(ہندی)(۳۰باکس۔۴۸۸عدد)
2۔قرآن کی شیتل چھایا(ہندی) (۲باکس۔۱۸۰عدد)
3۔قرآن کا ہندی ترجمہ (۳باکس۔۷۲عدد)
4۔داڑھی اسلامی فریضہ اور مردمومن کا شعار(اردو)
(۲باکس۔۱۴۰عدد)

کل ملاکر ۳۸باکس کتابیں بھیجی گئیں۔ ان کتابوں کا مجموعی وزن ۶۷۸ کلو تھا۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث رتلام مدھیہ پردیش:

ضلعی جمعیت اہل حدیث رتلام کی طلب پر بڑی تعداد میں (۱)قرآن کی انسائیکلو پیڈیا(۲)احسن البیان (ہندی) (۳)قرآن کی شیتل چھایا، ارسال کی گئیں۔

مقامی مساجد کو ہدیہ برائے رمضان:

ضلعی جمعیات، مساجد کے ذمے داران اور صوبائی جمعیت کے اسٹاف کے ذریعے ممبئی کی مساجد میں امسال(۲۰۲۳)جو کتابیں بھیجی گئیں ان میں: (۱)احسن البیان-اردو(۲)احسن البیان-ہندی(۳)ترجمہ قرآن-انگلش(۴)قرآن کا انسائیکلو پیڈیا-ہندی(۵)سادہ قرآن(۶)قرآن مجید کی شیتل چھایا(۷)صیام رمضان(۸)قیام رمضان(۹)مسائل زکوٰۃ(۱۰)الجماعہ-نیا شمارہ(۱۱)الجماعہ-خصوصی شمارہ ایک ایک عدد

اور سادہ قرآن ایک خاص تعداد میں شامل تھیں۔

کل ملا کر اس سال رمضان المبارک کی مناسبت سے تقریباً دوسو (۲۰۰) باکس کتابیں مقامی مساجد کو بھیجی گئیں۔

ملکی اداروں کو جاری کردہ توصیہ:

ہر سال رمضان المبارک کی مناسبت سے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے مختلف دینی اداروں (جامعات ومکاتب) کے جو نمائندے آتے ہیں انھیں اس سال (۲۰۲۳) ٹوٹل ۴۲۸ توصیات جاری کیے گئے۔ ان میں بنگال، بہار، یوپی اور جھارکھنڈ والوں کی اکثریت تھی۔ مہاراشٹر کے ساتھ ساتھ آسام، ایم پی، ہریانہ، جموں کشمیر، گجرات اور اڑیسہ کے علاوہ پڑوسی ملک نیپال کے بھی کئی اداروں کو توصیہ جاری کیا گیا۔

واضح رہے کہ کسی بھی توصیہ کے لیے دفتر جمعیت کی طرف سے کوئی بھی چارج نہیں لیا جاتا ہے۔ بلکہ سفراء کا ہر ممکنہ تعاون کیا جاتا ہے۔ ان میں کئی سفراء کو ان کی درخواست پر جمعیت کی طرف سے تمام دستیاب کتابوں کا سیٹ بھی ہدیتاً دیا جاتا ہے۔

اللہ رب العالمین ملک کے ان تمام دینی اداروں کو دین اسلام کی تعلیم وتبلیغ اور سنت نبوی کے فروغ کی توفیق دے نیز صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے اراکین اور خیرخواہان کے اس تعاون کو قبول فرمائے۔

علمی ودعوتی سرگرمیاں:

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے معروف ومعتبر داعی شیخ عنایت اللہ مدنی صاحب کے جو ہفتہ واری دروس ممبئی کی مختلف مساجد میں ہورہے ہیں وہ الحمد للہ جاری وساری ہیں۔ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر مسجد حسن کوسہ ممبرا میں ’جدید مناہج کی حقیقت‘ اور جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ ممبئی میں ’سلف صالحین کے اقوال‘ کے دروس ہیں۔ ان دروس کے لائیو نیز ایڈٹ شدہ ویڈیوز جمعیت کے یوٹیوب چینل پر موجود ہیں۔

گزشتہ دنوں ’استقامت دین کی اہمیت اور وسائل‘ کے عنوان سے مسلسل تین دنوں تک تین الگ الگ مساجد میں مہمان خطیب اور معتبر سلفی عالم دین فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی کا خطاب عام ہوا۔ ۶؍مئی بروز سنیچر مسجد دارالسلام کوسہ ممبرا، ۷؍مئی بروز اتوار جامع مسجد اہل حدیث منشی کمپاؤنڈ کاشی میرا اور ۸؍مئی بروز پیر مسجد رابعہ، زیتون پورہ بھیونڈی میں یہ خطابات ہوئے جن میں ایک کثیر تعداد میں شریک ہوکر لوگوں نے استفادہ کیا۔ خواتین کے لیے بھی نشستوں کا الگ انتظام تھا۔ ان تینوں خطاب کا ویڈیو بھی فوری طور پر ایڈٹ کرکے چینل پر اپلوڈ کردیا گیا تھا۔

ان دنوں حج کی مناسبت سے ’حج تربیتی پروگرام‘ ہورہے ہیں۔ ایسا ہی ایک پروگرام مسجد اہل حدیث گلشن نگر جوگیشوری ویسٹ ممبئی میں ۷؍مئی بروز اتوار بعد نماز عصر تا مغرب ہوا جس میں شیخ عنایت اللہ مدنی صاحب نے عازمین حج کو خطاب کیا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی سرپرستی میں منعقدہ ایک ’حج تربیتی پروگرام‘ میں امیر جمعیت شیخ عبدالسلام سلفی صاحب نے ’حج کی فضیلت واہمیت‘ پر خطاب کیا۔ شیخ عنایت اللہ مدنی صاحب نے ’طریقہ حج‘ (عملی مشق) بتایا۔ یہ پروگرام ۲۱؍مئی بروز اتوار بعد نماز عصر تا عشاء جامع مسجد اہل حدیث مرول گاؤں اندھیری (ایسٹ) ممبئی میں منعقد ہوا تھا۔

اللہ رب العزت ان تمام تعلیمی وتبلیغی کاوشوں کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کو کتاب وسنت کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

* * *

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
May-June 2023

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد اللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ❖ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- ❖ انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ❖ مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- ❖ مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ❖ جلسے اور کانفرنسیں۔
- ❖ علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورۂ تدریبیہ
- ❖ ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ❖ کتابوں کی مفت تقسیم۔
- ❖ ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- ❖ نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- ❖ مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
☎ 9892255244 ☎ 9892555244 ✉ ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com ✉ majallahaljamaah@gmail.com

A1 Grafix Studio : +91-9819189965